صائمی

حمیدہ جبیں

ادبی دنیا۔ اردو بازار۔ دہلی ۱۱۰۰۰۶

ادبی دنیا، اُردو بازار، دہلی ۱۱۰۰۰۶

تعداد:۔ —— پانچ سو

طابع:۔ —— ہندوستان لیتھو پریس دہلی ۶

قیمت: —— چھ روپے ۶/-

جمیل ملک کے نام ـــــــ

جن کے مشورے

میرے لئے

مشعلِ راہ

ہیں!

حمیرہ جبیں

قطع کیجئے نا تعلق ہم سے

کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی "

کچھ اپنی زبان میں

موجودہ دور میں اردو ناول پر بہار آئی ہے، بے شمار ناول طبع ہو کر قارئین تک پہنچ چکے ہیں، خاص طور پر خواتین کے لکھے ہوئے ناول آج مقبول ہیں، خواتین میں ذوقِ مطالعہ بتدریج ترقی کر چکا ہے، اس میں ہمیں جہاں جنتی خاصی مدد معاون ہیں، وہاں جرائد رسائل بھی اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، قارئین کے موجودہ رجحان اور متعلقہ موضوعات پر بہت کچھ شائع ہو رہا ہے، مگر ایک بات کھٹکے بغیر نہیں رہ سکتی کہ تحریروں کے مقبولِ عام ہونے کے لئے کچھ خصوصیات ضرور ہونی چاہئیں ورنہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں، کئی تحریریں پس منظر میں ہی نہیں، بلکہ بالکل معدوم ہو گئی ہیں، اس لحاظ سے لکھنے والوں کے لئے یہ دور خاصہ آزمائشی دور ہے۔ علم شہر صد راہ ہے قاری کسی بھی راہ سے حاصل کر سکتا ہے، پس تحریر وہی مقبول ہے جو قاری کو مطمئن کر سکے۔

زیر نظر ناول محترمہ حمیدہ جبیں کے مشاہدہ کی گہرائی اور شدت احساس کا اجلا اجلا تاثر ہے، حمیدہ جبیں نئے لکھنے والوں میں سے بڑی تیزی سے ابھری ہیں اور ان کی تحریروں میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ایک ادیب کو قارئین میں مقبول کرتی ہے۔ پائدار تحریر کی خاصیت ہے کہ وہ لکھنے والوں کی تخلیقی قوتوں سے بھرپور ہو، اور اس میں انسانی جذبات و اقدار کا تاثر کچھ اس طرح سمو دیا گیا ہو کہ قاری اپنے ذوق مطالعہ کی تسکین حاصل کر سکے۔ "صائمہ" اس لحاظ سے آپ کو اس معیار پر پوری اترتی نظر آتی ہے۔ مصنفہ اس کے ہر صفحہ پر اپنا گہرا مشاہدہ اور تخلیقی قوت کا اظہار کرتی ہے۔

خالد میاں

(۱)

صائمہ نے معمول کے مطابق ریشمی ملبوسات زیب تن کرنے سے پہلے آئینے کے روبرو اپنے پیکر کا جائزہ لیا۔ الگ الگ زاویوں سے گھوم گھما کر اپنے سراپے کی کشش کا اندازہ کرتی ہوئی وہ گنگنا رہی تھی ـــــ ایک انگریزی دھن ـــــ اسے جب اس کی سہیلیاں کہتیں ـــــ صائمہ تم اتنی سمارٹ کیسے ہوگئی ہو۔ ـــــ تو وہ مسکرا کر خاموش ہو جاتی ـــــ مگر اپنے سمارٹ ہونے کا راز بہت کم کسی کو بتاتی ـــــ یہ بھی تو ڈر تھا کہ اگر ساری لڑکیاں اسمارٹ ہوگئیں تو ـــــ ؟؟؟

مسکراتے ہوئے وہ اپنے کٹے ہوئے بالوں پر کنگھا کرنے لگی۔

ـــــ ڈائٹنگ اور مخصوص ورزشوں سے اس نے اپنے جسم کو متناسب بنا لیا تھا۔ ہمیشہ خود کو ناپتی تولتی رہتی۔ بال و ناخن تک آرائش پر خاص توجہ دیتی، اس کی بھویں پتلی اور کمان نما تھیں ـــــ ہونٹ بھاری تھے وہ ذرا پھیلا پھیلا رکھتی زیبائش سے متعلق موضوعات پر کتنی کتابیں پڑھ ڈالی تھیں اس نے بیوٹی ایکسپرٹ سے صلاح لی تھی ـــــ بہت اعتماد سے سوچتی میری جلد پر کوئی نشان تو نہیں ـــــ ہاں داہنی جانب گال پر ایک سیاہ تل تھا، مگر وہ تو بیوٹی اسپوٹ ہے ـــــ بالکل نیچرل ـــــ بے اختیار

اُس نے اپنے گال کے تل کو چھُوا۔

ــــ ہاؤ فیسی نیٹنگ! ــــ جاذبیت کے لئے تو عورتیں نقلی تل بناتی ہیں ــــ

اس نے آج کے فنکشن کے لئے دھانی رنگ کی شیموز کی ساڑھی منتخب کی تھی ــــ

بڑے اہتمام سے اُس نے ساڑھی باندھی ــــ شیشے کی طرح چمکتی ہوئی باہر نکلی ــــ

صائمہ ــــ اُس کی امی کو آج بھی برسوں پرانا گلا تھا۔

کیا ہے ــــ

"بیٹی کپڑے تو ڈھنگ کے پہن کر جایا کرو ــــ

کیا یہ ڈھنگ کے نہیں ہیں ــــ

نہیں ــــ

امی آپ کی بیٹی تو پورے کالج میں اپنی کپڑوں کی بدولت ملکہ کہی جاتی ہے۔ ــــ

ہمیں نہیں چاہیئے یہ خطاب ــــ

خدا کے لئے امی کچھ زمانے کو بھی سمجھا کریں ــــ

میں کچھ نہیں جانتی، مجھے کنواری لڑکیوں کا اس طرح بننا پسند نہیں، اپنے گھر جاؤ گی تو جی چاہے کرنا ــــ

اوہ سو بیٹے امی سوچا مت کرو صحت خراب ہو جاتی ہے ــــ صائمہ پرس ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی اور امی کی بھوک جھلیوں میں کھو گئیں ــــ

ــــ انہی باتوں نے تو اُس کا گھر تباہ کر دیا تھا ــــ صائمہ کی طبیعت بالکل اپنے باپ پر گئی تھی ــــ وہ بھی شروع سے مغربیت کا دلدادہ تھا ــــ

اور یہی مغربیت اُسے صائمہ کی امی رضیہ سے بہت دُور لے گئی ــــ

اس نے شادی کر لی ــــ ایک تیز طرار لڑکی سے ــــ اب وہ اس گھر میں

بالکل اجنبیوں کی طرح آتا ـــــــــ
رضیہ ایک ایسے گھر سے تعلق رکھتی تھی ـــــ جہاں مذہب کا رنگ زیادہ تھا اور صائمہ کا باپ احمد رضیہ کے خیالات اور طرزِ زندگی سے مفاہمت پیدا نہ کر سکا ـــــــ پہلے پہل اُس نے رضیہ کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا لیکن رضیہ جس ماحول میں پروان چڑھی تھی اُدھر تھا ـــــــ وہ چاہتی تھی کہ وہ احمد کو اپنے رنگ میں رنگ لے ، تکرار ہوتی رہی ـــــــ جھگڑے بڑھے اور وہ دونوں ایک ندی کے دو کنارے بن گئے ـــــ احمد نے رضیہ کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا ـــ اور اپنی الگ دنیا بسا لی ــــ تیز تیز روشنیوں والی رنگین دنیا ـــــ اس نے شادی کر لی ــــ نغمہ نے اُس کی زندگی میں ساز ہی ساز بکھیر دیئے اور وہ اُن میں کھو کر رہ گیا ـــــــ

رضیہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ خاندان کی ساکھ سنبھالے ہوئے تھی ۔ وہ اپنی ساس کے ساتھ رہتی ، احمد دن میں ایک مرتبہ ضرور آتا ، اپنی بچیوں کو پیار کرتا ــــ گھر کے اخراجات کا خیال رکھتا اور بیوی بچوں کو اگلے روز کے انتظار میں مبتلا کر کے چلا جاتا ۔

پچھلے سال ساس کا بھی انتقال ہو گیا ، اب واحد مختار رضیہ ہی تھی ، سائمہ رضیہ کی بڑی بیٹی بالکل ماں کی تصویر تھی ــــ صوم و صلوٰۃ کی پابند ـــ جھکی جھکی آنکھوں والی سائمہ کو اپنے ماں کے غم کا احساس تھا بی ۔ اے کے بعد ماں نے اپنے ہی بھانجے سے شادی کر دی تھی ـــــ لمبے بالوں اور گھنی پلکوں والی سائمہ نے ماں کے فیصلے کو خاموشی سے سُنا ـــــ اور قبول کر لیا ـــ سائمہ اپنے گھر خوش تھی ــــ وقار کالج میں پروفیسر تھے ـــــ دونوں میاں بیوی بڑی اچھی طرح زندگی گزار رہے تھے ، اب تو ان کے دو پیارے پیارے بچے بھی تھے ، سائمہ جتنی سنجیدہ تھی ـــــ صائمہ اتنی ہی شوخ ـــــــ

صائمہ کو اپنی سوتیلی ماں نغمہ بڑی اچھی لگتی تھی وہ کئی کئی دن وہاں جا کر

رہتی ۔۔

۔۔۔ اور پھر جب وہاں سے واپس آتی تو اپنا گھر اسے ذرا بھی اچھا نہ لگتا ۔۔۔۔ وہ ماں سے بے وجہ لڑتی ۔۔۔

ماں تمہارے نئے فیشن پر اسے ٹوکتی تو وہ رونے بیٹھ جاتی ۔۔۔

نغمہ نے اُسے ڈرائیونگ سکھائی ۔۔۔۔ سوئمنگ پر اُسے اپنے ساتھ لے جاتی ۔۔۔۔ جہاں گورے گورے جسموں والی لڑکیوں کو تیرتے ہوئے دیکھ کر وہ اپنے ماحول کو کوستی ۔۔۔۔ ماں کی خشم ناک نگاہیں جیسے اس کا پیچھا کرتی رہتیں ۔۔۔۔ تب وہ شانوں پر بال بکھرائے لاؤنج پر بید کی کرسی پر غنودگی کی حالت میں نیم دراز ہو جاتی، نغمہ مسکراتے ہوئے قریب آجاتی اور کہتی۔

ریلے بی، طبیعت تو ٹھیک ہے نا ۔۔۔۔

تم کتنی اچھی ہو ممی ۔۔۔۔

ناٹی گرل

۔۔۔۔

نغمہ پیار سے اس کے گال پر چپت لگاتے ہوئے کہتی ۔۔

میرے جی چاہتا ہے ہر وقت آپ کے پاس رہوں ۔۔۔۔

اب بھی تو میرے پاس ہو ۔۔۔۔

کاش میری ممی بھی آپ جیسی ہوتی ۔۔۔۔ صائمہ حسرت سے کہتی ۔۔

بے بی کل وہ کلب کا نیا ممبر تھا نا جواد ۔۔۔۔ نغمہ جلتی پر تیل ڈالتی ۔۔

ہاں ۔۔۔۔

وہ کمبخت کہتا تھا ۔۔۔۔ کہ کرسٹین کیلر والے ڈاکٹر وارڈ نے الزبتھ ڈاکٹر وارڈ نے الزبتھ ٹیلر کو چپ سیلڈ بیوٹی اور صوفیہ لارین کو سوفسٹی کیٹڈ بیوٹی کے نام سے موسوم کیا تھا، تمہاری بیٹی کو دیکھ کر لگتا ہے جیسے وہ جھوٹ کہتا تھا، یہ باتیں تو صائمہ کے لئے محفوظ کرلینی چاہئیں تھیں ۔۔۔۔

صائمہ کے گال سرخ ہو جاتے ۔۔۔۔ پھر آپ نے کیا کہا ممی ۔۔۔؟"

—— میں نے کہا ہماری بے بی پر ہمیں ناز ہے —————— یو آر سو سمارٹ ۔
صائمہ کھل اٹھتی —————— اس کی آنکھوں کی جنبش —— ہونٹوں کی سلوٹیں
رخساروں کی آنچ —————— جبیں کی تابندگی اور شفق واضح ہو جاتی ——
یو آر گریٹ ممی —— وہ اس کے گلے میں باہیں ڈال کر جھول جاتی
اور ان باتوں نے، اسی قسم کے ماحول نے صائمہ کو بدل کر رکھ دیا، اور رضیہ کڑھ رہی
تھی —————— گھٹ رہی تھی ۔

---

(۲)

سُرخ ساڑھی باندھے، تھک سے لپا ہوا چہرہ لئے جب وہ کالج کے ہال سے باہر نکلی
تو اُسے کلاس کی لڑکیوں اور لڑکوں نے گھیر لیا ـــــ
صائمی کمال کردیا آج ـــــ
صائمہ تم تو بڑی اچھی ایکٹنگ کرتی ہو ـــــ
مبارک ہو صائمی ـــــ
گریٹ ـــــ تم نے تو کمال کردیا ـــــ
بس آج سے تمہارا نام قلوپطرہ ہے ـــــ
"تھینکس، تھینکس ـــــ سو سو مچ تھینک آف یو ـــــ" کہتی
ہوئی وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی ـــــ
صائمی چلو نا ـــــ پارٹی میں انتظار ہو رہا ہے، سیمی جو اس کی بےتکلف
سہیلی تھی اس کے قریب آگئی۔ ـــــ
بھئی کپڑے تو بدل لوں ـــــ صائمہ مسکرائی ـــــ
چلو بھئی نا ـــــ سیمی اُسے اندر لے گئی ـــــ
کپڑے تبدیل کر کے جب وہ لان کی طرف جانے لگی تو گلاب کے پودے کے پاس

اس نے دیکھا مراد کھڑا تھا ـــــ

تم کہاں تھے مراد ـــــ صائمہ بولی ـــــ

ڈرامہ دیکھا ہے میں نے اسی لئے تمہید باندھ رہی ہو ـــــ مراد سنجیدگی سے بولا۔

پھر ـــــ صائمہ نے داد طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

خاصی اوور ایکٹنگ تھی تمہاری ـــــ

صائمہ جل ہی تو گئی کہنے لگی ـــــ تمہیں ابھی ایسی باتوں کی سمجھ نہیں ـــــ

تب ہی تو کہہ رہا ہوں ـــــ

وہ مسکرا کر بولا ـــــ

اتنے سارے لوگ جو تعریف کر رہے ہیں وہ سب بے وقوف ہیں ـ

صائمہ بولی ـــــ

میں تو انھیں اس سے بھی زیادہ کہوں گا ـــــ ـ

تم جلتے ہو ـــــ

واہ ـــــ دیکھو لڑکی تنقید کا حوصلہ رکھو کر کام کیا کرتے ہیں ۔

جی ہاں آپ اتنے بڑے نقاد تو آپ ہیں ـــــ

میں خواہ مخواہ کی تعریف نہیں کرتا ـــــ یہی فرق ہے مجھ میں اور دوسروں میں ـــــ

تمہیں اہمیت ہی کون دیتا ہے ـــــ چلو سمی ـــــ کیوں میرا موڈ آف کروانی ہو تم ـــــ

صائمہ پیر پٹختی ہوئی سمی کے ساتھ لان کی طرف چل دی ـــــ

چائے پر بھی جب کوئی صائمہ کی تعریف کرتا تو صائمہ کی نظر مراد کی طرف اٹھ جاتی ۔

جیسے کہہ رہی ہو سن رہے ہو ـــــ

پارٹی ختم ہوئی تو رات ہو چکی تھی —— وہ اور سیمی گیٹ پر ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھیں ——

—— آئیے میں ڈراپ کر آؤں —— مراد نے اپنی سیکنڈ کار اُن کے قریب روک لی ——

شکریہ —— ہمیں بہت دن سے علم ہے کہ آپ نے نئی کار خریدی ہے —— صائمہ مسکرا کر بولی ——

جب علم ہے تو مزید معلومات میں اضافہ کیجئے —— مراد ہنستے ہوئے کہنے لگا ——

وہ معلومات کیا ہیں —— سیمی نے پوچھا ——

یہی کہ اس گاڑی کی سیٹیں کتنی نرم و گداز ہیں —— اور اس میں ایک عدد ریکارڈ چینجر لگا ہوا ہے ——

اور جس پر یہ ریکارڈ بجتا ہے —— تانگا لاہوری میرا ——

صائمہ نے بات پوری کر دی ——

مراد ہنستے ہوئے نیچے اتر آیا اور بولا —— تو پھر سنا جائے گا۔ یہ ریکارڈ چلو بھائی ٹیکسی نہیں ملے گی —— سیمی بولی۔

ہاں ٹیکسی نہیں ملے گی۔ وہ پیسے جو آپ ٹیکسی والے کو دینگی مجھے دے دیجئے میں پٹرول ڈلوالوں گا۔" ——

تو اتنی دیر سے کیوں شرما رہے تھے —— بات تو اصل میں یہ تھی۔ آج کل مانگنے کے بھی مختلف طریقے ہیں —— سیدھی طرح کہہ دیتے کہ پٹرول کے لئے پیسے نہیں ہیں —— صائمہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی ——

بات یہی تھی مس صاحبہ آپ لوگوں کی عقل کو بھی ٹائننگ ہو جائے تو ہم کیا کریں —— مراد نے گاڑی اسٹارٹ کر دی ——

پہلے مجھے ڈراپ کردو مُراد ـــــ سیمی بولی۔

کیوں آپ میری جان کی دشمن ہوگئی ہیں ـــــ مراد بولا۔

وہ کیوں ـــــ سیمی نے پوچھا۔

آپ کو پہلے ڈراپ کردیا تو آپکی جھگڑالو لڑکی مجھے مار ڈالے گی ـــــ

گاڑی روکیئے ـــــ میں ٹیکسی لے کر چلی جاؤں گی ـــــ صائمہ کو غصہ آگیا ـــــ

ارے آپ تو ناراض ہوگئیں ـــــ مراد ہنس دیا ـــــ

آپ زیادہ ہی SHOW OFF کر رہے ہیں ـــــ

اچھا چلیئے غصہ تھوک دیجئے ـــــ مراد گاڑی موڑتے ہوئے بولا ـــــ

وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی ـــــ

سیمی کا گھر آگیا ـــــ وہ خدا حافظ کہتے ہوئے اُتر گئی

مراد نے گاڑی اسٹارٹ کردی ـــــ

چاند نکل آیا تھا ـــــ اور وہ چاند کو دیکھے جارہی تھی ـــــ

کچھ لوگ غصے میں کتنے بُرے لگتے ہیں ـــــ مراد گردن موڑ کر بولا ـــــ

وہ کچھ نہ بولی ـــــ بس چاند کو دیکھتی رہی ـــــ

مراد نے سگریٹ نکال کر سلگایا اور دھواں فضا میں بکھیرتا ہوا آسمان کی طرف دیکھنے لگا ـــــ اس کی نظریں چاندنی سے الجھ کر رہ گئیں۔ صائمہ کی اس محویت پر اس کی رگِ شرارت پھڑک اٹھی ـــــ کہنے لگا ـــــ

بے چارے چاند کو اس طرح کیوں گھور رہی ہو ـــــ ؟ کیا نظر لگا دینے کا ارادہ ہے؟ ـــــ

اُسے تو پہلے ہی ندیدے لوگوں کی نظر لگ چکی ہے ـــــ صائمہ بولی۔

پھر تم کیا دیکھ رہی ہو

صائمہ کا موڈ پھر درست ہو چلا تھا، اپنی استفہامیہ نظریں اٹھا کر بولی — تم ہی بتاؤ کیا دیکھ رہی ہوں

بتا دوں — مُراد ہنس کر بولا

ہاں —

چرخہ کاتتی ہوئی بڑھیا —

صائمہ کھلکھلا کر ہنس پڑی —

تم سوچ رہی ہو — کہ عمر تو میری اس بڑھیا سے کچھ زیادہ ہی ہے یہ اعزاز مجھے کیوں ملا —

اچھا بیٹو میاں گاڑی سیدھی طرح چلاؤ — صائمہ ہنستے ہوئے بولی

چرخہ کاتنے والی بڑھیا تو کبھی کی مرگئی، اور اس کے ساتھ ہی چاند سے متعلق وہ پیاری پیاری اور معصوم کہانیاں بھی مرگئیں، اب تو چاند نے نیا روپ دھار لیا ہے اس نے اپنی انفرادیت کھودی ہے — اپنی خودداری — اپنا حسن حسن — سب کچھ لٹا کر وہ آج ہمارے قدموں میں آگرا ہے۔ ایک بے جان لاش کی طرح، جس کا بہت بے دردی سے پوسٹ مارٹم کیا جا رہا ہے، مراد ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اور صائمہ کچھ حیرانی سے اُسے دیکھ رہی تھی — پھر بولی۔

کچ روزے کا اثر زیادہ معلوم ہوتا ہے —

کیسا روزہ — ؟

یہی جو اچانک آپکو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے

تمہارا گھر آگیا — مراد بولا

اللہ تیرا شکر ہے، جانے کے ساتھ ہی اسپور کی وہ گولیاں، لوں گی — صائمہ

ہنستے ہوئے دروازہ کھول کر اندر آئی ——

اور میرا جو حال ہوگا وہ تو اسپرو بھی اثر نہیں کرے گی ——

مُراد —— صائمہ بولی ——

کیوں ——

میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم کچھ دن مینٹل ہاسپٹل میں رہ آؤ ——

"مگر مجھے تو آسیب ہے —— مراد بے چارگی سے بولا

اچھا ——

پیر صاحب کہہ رہے تھے آسیب کسی انگریز عورت کی کاربن کاپی کا ہے۔

اچھا ——

لوگ اسے قلوپطرہ کہتے ہیں —— جانے مجھ غریب سے کیوں چمٹ گئی ہے ——

دفعان —— صائمہ کہتی ہوئی اندر بھاگ گئی۔

(۴)

خالہ جانی ——— ننھی رانو دروازے پر کھڑی زور سے چلائی ———

ارے ——— تم کب آئیں رانو ——— صائمہ نے رانو کو بھینچ لیا۔

کتنی دبلی ہو گئی ——— رانو اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گئی ———

اور کون آیا ہے ——— وہ اس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے بولی ———

امی بھی ——— منو بھی ——— اور ہم کھی!

اچھا ——— ایک ادا سے وہ مسکرائی، ہونٹوں کو سکوڑ کر آخری کوشش

میں لپ اسٹک کی تہہ اسٹک کی تہہ برابر کرنے لگی ———

خالہ جانی ہمیں بھی لگائیے نا ——— رانو مچل گئی

بچے نہیں لگاتے ———

کیوں نہیں لگاتے ———

اس لئے کہ وہ تو قدرتی خوبصورت ہوتے ہیں ——— صائمہ اس کے بالوں

کو ربن سے طرح باندھتے ہوئے بولی ———

آپ بھی تو قدرتی کھوبشورت (خوبصورت) ہیں۔

شیطان کہیں کی ——— بڑی باتیں آگئی ہیں تجھے چل تیری امی کے

پاس چلتے ہیں ——— وہ رانو کو اٹھائے ہوئے اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔

رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی پان بنا رہی تھیں، منّو ان کی گود میں تھا ——— اور سائرہ باجی قریب ہی بیٹھی تھیں ———

اُوہی ——— نہیں تو دیکھنے کو ترس جاتی ہوں ——— سائرہ مسکراتے ہوئے صائمہ سے لپٹ گئیں ———

اسے اپنی ممّی سے فرصت ملے تب آئے تمہارے پاس ——— رضیہ بیگم آہستہ سے بولیں ———

"امی کے پاس تو سوائے طعنوں کے کچھ نہیں ——— صائمہ کی آواز بھرا گئی ۔

یوں نہ کہا کریں امّی ——— سائرہ صائمہ کو گلے لگا کر بولی ۔

میرا تو جینا اس گھر میں مشکل ہے باجی ——— ہمدردی پا کر صائمہ کے آنسو بہہ نکلے ———

میں سمجھاؤں گی امّی کو ——— مگر تمہارا تو اتنا خون سفید ہو گیا کہ امی ابا کے پاس بھی نہیں آتیں ———

فرصت نہیں ملتی باجی ——— آپ پروفیسر صاحب سے پوچھ لیا کریں آج کل پریکٹیکل ہوتے ہیں نا ———

وہ تیرا بہنوئی ہے نا بیٹی ——— رضیہ بیگم ہنستے ہوئے بولیں ۔

وہ بھی کہتے ہیں کہ صائمہ کبھی گھر نہیں آتی ——— سائرہ مسکرا کر بولی ۔

اُن سے مجھے ڈر لگتا ہے ——— صائمہ کندھے جھٹکتے ہوئے کہنے لگی ———

کیوں ———

وہ بڑے سخت ہیں ———

پاگل ہے تُو تو ———

منّو! ہم سے ناراض ہو گیا ——— ؟ صائمہ نے منّو کو گود میں اٹھا لیا ۔

منّو شرما گیا ———

باجی یہ منّو میاں تو بالکل بدھو ہے ——— ہماری رانو بڑی اچھی ہے
ٹپاخ ٹپاخ باتیں کرتی ہے۔
تم پر گئی ہے نا ——— رضیہ بیگم بولیں۔
اچھا ہے نا پھر ——— آپ سنایئے باجی ——— ہمارے سٹریل بور دولہا
بھائی سنا کیا حال ہے، کالج میں تو انہیں دیکھ کر میں چھپ جاتی ہوں ———
کیوں ——— سائمہ نے پوچھا۔
بڑا ڈر لگتا ہے ——— آپ پر رحم بھی آتا ہے کہ اتنے بور آدمی سے کیسے
زندگی گذارتی ہیں آپ؟ ———
سن لو اس کی باتیں ——— رضیہ بیگم بولیں ———
اگر دو چار دن رہو تو تمہارا یہ خیال جھوٹا ثابت ہوگا ——— سائمہ ہنسی اس
کے چہرے پر سچی خوشی بکھری ہوئی تھی ———
اے باجی ——— کیوں چھپاتی ہو ——— سارا دن تو فلسفہ کی
موٹی موٹی کتابوں میں گم رہتے ہیں ———
آج کیوں نہیں آیا وفا ——— رضیہ بیگم بولیں
پرنسپل کا تبادلہ ہوگیا ہے نا ——— ان کی پارٹی میں گئے ہیں ——— سائمہ
بولی ———
ہمارے پرنسپل کا تبادلہ ہوگیا ——— اوہ گڈ نیوز ——— جان چھٹی۔
بڈھے نے ناک میں دم کر رکھا تھا، جہاں لڑکے لڑکیوں کو دیکھتا جل جاتا۔
——— صائمہ خوشی سے اچھل پڑی ———
رضیہ بیگم نے سائمہ کو یوں دیکھا جیسے اس نے بڑی عجیب بات کہہ دی ہو ———
باجی معاف کرنا ——— مجھے ایک سہیلی کے ہاں پارٹی پر جانا ہے، سائمہ
اٹھتے ہوئے بولی ———
آج اتنے دنوں بعد بہن آئی ہے کوئی ضرورت نہیں پارٹی پر جانے کی۔

رضیہ بیگم تیز ہو کر بولیں ـــــــ سائرہ کا چہرہ بجھ سا گیا ـــ

کہنے لگی ـــــ جانے دو امی ـــــ ہم سے تو پارٹی اچھی ـــــ

اوہ ـــ سوئیٹ باجی ـــــ آج بڑا اچھا پروگرام ہے میں مس نہیں کرسکتی، او، کے ـــــ صائمہ ہنستے ہوئے باہر نکل گئی ـــ

اور دونوں ماں بیٹیاں ایک دوسری کی طرف دیکھ کر چپ سی ہوگئیں ـــــ

مرا تو جی چاہتا ہے میں نکل جاؤں اس لڑکی سے کہ ہاتھوں ـــــ رضیہ بیگم آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

میں سمجھاؤں گی صائمہ کو ـــــ سائرہ بھی رنجیدہ تھی ـــــ

اب وہ ان باتوں سے بہت دور نکل گئی ہے ـــــ باپ خود کلبوں میں لے کر جاتا ہے ـــــ

آپ دل چھوٹا نہ کریں امی ـــــ

کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا ـــــ کہیں کوئی اچھا لڑکا دیکھو، دفار سے کہنا میں اسے دفعان کروں ـــــ

اچھا میں کہوں گی دفار سے ـــــ

ماں بیٹیاں کڑھ رہی تھیں ـــــ اور ادھر صائمہ پارٹی میں چاچا پاہ اور ٹوئسٹ میں بدحال ہو رہی تھی ـــــ

(۴)

وہ کالج کے لان میں بیٹھی ایک رسالہ دیکھ رہی تھی ـــــ اس نے دیکھا
مراد گلاب کے پودے کے پاس کھڑا ہے ـــــ وہ تیز تیز چلتی ہوئی اس کے
قریب آ گئی ـــــ

مراد ـــــ

کیا ہے ـــــ وہ لاپروائی سے بولا

تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ آئی ـــــ اس کی نظروں میں شرارت تھی۔

کوئی کام تھا ـــــ ؟

ہاں کام ہی تو تھا ـــــ مگر تم تو غصے میں دکھائی دیتے ہو اس
لئے سوچتی ہوں نا ہی کہوں ـــــ دیکھو نا ـــــ اگر تم نے انکار کر دیا
تو میری کیا عزت رہے گی ـــــ

اچھا نہیں تو پھر نہ کہو ـــــ مراد اسی لاپروائی سے بولا۔

نہیں ایسی بات بھی نہیں ـــــ !

تو پھر کہہ دو نا ـــــ

ذرا پکنک کے لئے جانا تھا ـــــ کام تو کوئی بڑا نہیں صرف گاڑیوں
کا بندوبست تمہارے ذمہ دینا چاہ رہی تھی میں ـــــ صائمہ اس کے سامنے

آنکھڑی ہوئی۔

صرف اتنی سی بات ـــــــ مراد گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

صرف ـــــــ وہ ہنس دی۔ ـــــــ

تم ہو تو بڑے اچھے مگر کبھی کبھی بالکل بھینگے ہو جاتے ہو ـــــــ صائمہ اس کی تیز نظروں سے بچنے کے لئے آنکھیں چرانے لگی۔

کتنے لوگ ہوں گے ـــــــ مراد نے پوچھا

یہی دس بارہ لڑکیاں اور سات آٹھ لڑکے ـــــــ تم بھی انوائیٹ کرلو جسے کرنا چاہو۔ ـــــــ

میں ایک لڑکی کو انوائیٹ کرنا چاہتا ہوں ـــــــ مراد سنجیدگی سے بولا۔

لڑکی ـــــــ

ہاں ـــــــ

کون ہے وہ ـــــــ

لڑکی ہے ـــــــ

وہ تو مجھے علم ہے مگر نام کیا ہے اُس کا ـــــــ صائمہ کے چہرے پر ناگواری کی لکیریں واضح ہو گئیں ـــــــ

نام اُس کا ـــــــ اس کے کئی نام رکھے جاسکتے ہیں، ویسے تم چاند کہہ لو ـــــــ

مجھے کیا ضرورت ـــــــ ظاہر ہے وہ کالی بھینگی تو ہوگی اُسے چاند کہہ کر میں چاند کا مذاق کیسے اُڑا سکتی ہوں ـــــــ صائمہ جلن چھپاتے ہوئے بولی۔

خیر دیکھو گی تو خود ہی کہنے لگو گی ـــــــ مراد ہنس پڑا ـــــــ

ہم نہیں سانولے جائیں گے اسے ـــــــ

کیوں ـــــــ

بس نہیں لے جائیں گی ہماری مرضی ــــــ
تمہیں اُس سے جلن کیوں پیدا ہو گئی ــــــ مراد اس کے کان کے قریب منہ لاکر بولا۔
جلتی ہے میری ٹوٹی ہوئی جوتی ــــــ صائمہ کو واقعی غصّہ آ گیا۔
جوتی، اور وہ بھی ٹوٹی ہوئی ــــــ ؟
ہاں ــــــ
حیرت ہے تمہیں کیا دلچسپی ہے جسے مرضی لاؤں ــــــ مراد ہتھیلیوں پر چہرہ ٹکاکر بولا۔ ــــــ
ہاں واقعی مجھے کیا دلچسپی، لائیے جسے مرضی ــــــ صائمہ جھینپ مٹانے کے لئے بولی۔ ــــــ
تو پھر لے آؤں ــــ
ہاں ہاں لے آؤ ــــــ
دیکھو ایک بات کا ذرا خیال رکھنا اُس کے ساتھ زیادہ باتیں نہ کرنا وہ زیادہ باتونی لوگوں کو پسند نہیں کرتی ــــــ مراد اس کا منہ چڑاتے ہوئے بولا
تو میں کیا مری جارہی ہوں اُس کے لئے ــــــ صائمہ کے گال تمتما اُٹھے ــــــ
صائمی ــــــ میں نے پکنک کے لئے سب سے کہہ دیا ــــــ
سیمی قریب آتے ہوئے بولی ــــــ
قصور اپنا ہے ۔ میں نے تمہیں بہت سر چڑھا لیا ہے ــــــ صائمہ غصّے سے سُرخ ہو رہی تھی ــــــ
ہاں سیمی یہ تو بہت زیادتی ہے ــــــ مراد سیمی کی طرف دیکھ کر بولا۔
میں تم سے کہہ رہی ہوں ــــــ صائمہ تیز آواز میں بولی ــــ
آج پھر تم لوگ لڑ پڑے ــــــ سیمی ہنس دی۔ ــــــ

"اس کا بس چلے تو مجھے گولی مار دے ——— مراد نے کہا۔
تم ہو ہی گولی مارنے کے قابل ——— صائمہ بولی۔
اوں ——— ساری عمر جیل میں سڑتی رہو گی ———
کوئی بات نہیں کلیجہ تو ٹھنڈا ہو گا نا ———
اور میری روح رات کو تمہیں ڈرائے گی نہیں جیسے ———
میں کسی سے نہیں ڈرتی ———
زندگی حرام نہ کر دی تو مراد نام نہیں ———
خدا کے لئے بند کرو یہ لڑنا جھگڑنا ——— سیمی کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخی
سیمی ——— صبح گاڑیاں کہاں لاؤں ——— مراد نے پوچھا
نہیں ضرورت نہیں ہمیں گاڑیوں کی ——— صائمہ روٹھ گئی ———
نہ سیمی ———
سیمی ——— صائمہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔ ———
ہاں ———
اس سے کہو گاڑیاں ہوسٹل کے قریب لے آئے۔
ہاں مراد گاڑیاں ہوسٹل لے آنا سیمی نے کہا
سیمی ——— مراد بولا ———
ہاں ———
اس سے کہو گاڑیاں پہنچ جائیں گی ———
سمجھو کہہ دیا ——— سیمی ہنس دی
سیمی ——— صائمہ بولی۔
ہاں ———
اس سے کہو کام تمہارے ذمے ہیں اور کھٹے نہ ہوں ———
سیمی ——— مراد بولا ———

ہاں بابا ——— سیمی بور ہو گئی۔

کہہ دو آم پہنچ جائیں گے مگر کھٹے اور میٹھے کا ذمہ دار میں نہیں۔

سیمی ——— صائمہ جلدی سے بولی ———

کیا ہے بھئی ——— سیمی بیزار ہو گئی۔

اس سے کہو زیادہ شوخیں نہ آئے ———

سیمی ——— مُراد ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بولا۔

اس سے کہو زیادہ نہ اِترائے ———

بھئی تم دونوں خود کیوں نہیں کہہ لیتے، خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑو

اس سے کہہ دو کہ میں کہیں گولی مار دوں گی ———

صائمہ بولی۔ ———

اور اس سے کہہ دو کہ نگاہوں کے تیر کافی ہیں ——— مُراد

ہنس دیا ———

یا اللہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گئی ——— بھئی میں تو

چلی، تم دونوں لڑتے رہو۔ ———

سیمی واقعی جان چھڑا کر بھاگ گئی ———

وہ دونوں چپ چاپ کھڑے رہے ———

صائمہ ———

وہ کچھ نہ بولا ———

اچھا چلو صلح کر لو ———

نہیں کروں گی ———

نہ سہی ———

وہ جانے لگا تو صائمہ بولی ———

مراد ———

وہ کچھ نہ بولا ———

چلو صلح کر ہی لیں ——— مسکراہٹ ہونٹوں کے گوشے ہیں چھپی

ہوئی تھی ———

صبح ———

دونوں ہی ہنس پڑے ———

(۵)

سب سامان گاڑیوں میں رکھ دیا گیا۔ لڑکے لڑکیاں گاڑیوں میں بیٹھ چکے تو صائمہ بھی باہر نکلی ——— مُراد نے اس کے لئے اپنی گاڑی میں جگہ رکھی تھی ———

یہاں آ جاؤ ——— مُراد کھڑکی سے چہرہ باہر نکال کر بولا ———

مجھے اس کٹہرے میں بیٹھنا پڑے گا صائمہ بُرا سا منہ بناتے ہوئے بولی ———

آ جاؤ ——— تمہیں گوارا کر لیا جائے گا ———

صائمہ بیٹھی تو گاڑی اسٹارٹ ہوئی ——— پیچھے سیمی اور دو لڑکیاں اور تھیں ——— صائمہ اگلی سیٹ پر تھی ——— مراد نے اسپیڈ بڑھا دی۔

ارے آہستہ چلاؤ نا ——— صائمہ رہ نہ سکی ———

جان زیادہ پیاری ہے کیا ———؟

مراد بولا۔ ———

کم از کم تمہارے ساتھ مرنا نہیں چاہتی ———

جانے ان الفاظ میں کیا تھا ——— مُراد واقعی اداس ہو گیا۔

وہ تمہاری کم باتیں کرنے والی نہیں آئی ———

وہ خود ہی پہنچ جائے گا ــــــــ
بڑی امیر ہے ــــــ گاڑی اپنی ہو گی ــــــ
تمہیں اس سے کیا ــــــ
اور صائمہ واقعی اداس ہو گئی ــــــ
سارا راستہ خاموشی سے کٹا ــــــ
پکنک کے لئے اچھی جگہ منتخب کی گئی تھی ــــــ دریا کا کنارہ ــــــ
اس پر بنا ہوا خوبصورت پل ــــــ کناروں پر پھیلے ہوئے باغات،
حسن ہی حسن ــــــ
سب لڑکے لڑکیاں ٹولیوں میں بٹ گئے ــــــ
مراد اور صائمہ ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک بڑے درخت کے قریب آ
کھڑے ہوئے لیکن بالکل خاموش ــــــ
یہ خاموشی کبھی کبھی بے حد اجلبی سا روپ دھار لیتی ہے، اور جب کسی کسمساتے
سے لمحے میں دل کی آواز بن جاتی ہے تو ہر شے اپنے وجود کا اظہار چاہنے لگتی ہے۔
جیسے پھول کی معطر پتیاں ــــــ جھیل کی ٹھنڈی ٹھنڈی باہیں ــــــ
جیسے بادل سیاہ آنچل میں منہ چھپائے ــــــ پھول اپنی خوشبو اس لئے
بکھیرتے ہیں کہ کسی کا ذہن معطر ہو ــــــ جھیل کی لہریں اس لئے امڈ امڈ کر آتی
ہیں کو دھرتی کے وجود میں اپنے آپ کو سمو دیں ــــــ سب سراپا اظہار بن
جاتے ہیں ــــــ
ازل سے ابد تک یہ سلسلہ رواں دواں ہے
جانے کب تک وہ یونہی کھڑے رہتے ــــــ سیمی قریب آ گئی
ارے تم دونوں کہاں پر ــــــ
آں ــــــ ہاں ــــــ دونوں ایک ساتھ چونکے ــــــ
مراد کو خالد گھسیٹ کر ایک طرف لے گیا ــــــ

تو صائمہ بولی ——— بیمی ———

کیوں ———

بے مراد اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے ———؟

اری پگلی تمہیں چڑاتا ہے ——— بیمی ہنسنے لگی۔

ہونہہ ——— چڑائے اپنی ماں کو ——— مجھ سے کیا واسطہ

کچھ ہوگا نا ——— بیمی لاپروائی سے بولی ———

ارے جا جا ———

اچھا اب چل کھوک لگی ہے ——— سیمی بولی ———

چلو ———

کھانے کے بعد مراد پھر سب سے الگ تھلگ کھڑا تھا ———

انتظار بُری بلا ہے ——— صائمہ قریب آکر آہستہ سے بولی۔

کس کا انتظار ———

وہی ——— تمہاری چاند ——— صائمہ منہ بگاڑ کر بولی۔

اوہ ——— چاند ——— آجائے گی ———

مُراد پھر سڑک کے موڑ میں آگیا ———

بڑی ب... معلوم ہوتی ہے ——— صائمہ کے لہجہ میں چھپا ہوا طنز

بہہ نکلا ———

وہ بڑی اچھی ہے، تم کیا جانو ———

مجھ سے بھی اچھی ہے ——— وہ بلا سوچے سمجھے کہہ گئی

تم سے ——— مُراد اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھوں کی ساری گہرائی

انڈیلتے ہوئے بولا ———

صائمہ کی نظریں جھک گئیں ——— وہ پچھتا گئی ——— جھینپ گئی۔

تم سے اچھی نہیں ——— مُراد کی آواز جذبات میں بھیگ سی گئی۔

اچھا ہو یا بُری ـــــ مجھے کیا غرض ـــــ وہ جھینپ مٹانے کے لئے بولی۔ ـــــ

مراد زور سے ہنس دیا ـــــ اس کے چہرے پر سچی خوشی کی چمک تھی۔ بڑی اپنا ئیت سے بولا ـــــ چلو ـــــ

کہاں ـــــ

اُس پار ـــــ

اوں ہوں ـــــ

کیوں ـــــ

بس نہیں جاتی میری مرضی اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا ـــــ

نہیں جاتی تو نہ سہی ـــــ مگر ـــــ مگر تم شرما کیوں رہی ہو،

مُراد کے ہونٹوں پہ شرارت سے بھرپور ہنسی تھی ـــــ

اُونہہ ـــــ تم سے ـــــ اور میں شرماؤں گی ـــــ

پھر کس سے شرماؤ گی ـــــ

میں کسی سے نہیں شرماتی ـــــ

جھوٹ ـــــ وہ اپنا چہرہ اس کے قریب لا کر بولا۔

"ارے بھئی تم لوگ سخت بور کرتے ہو ـــــ بہت سارے لڑکے لڑکیاں ان کو گھیرے میں لے چکے تھے ـــــ اور وہ دونوں گھبرا گئے۔

شام گہری ہو چکی تھی، فضا میں رات کی رانی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی ——
رضیہ بیگم نے سفید دودھ جیسے بستر پلنگوں پر لگا دیئے تھے ——
اور خود تخت پر سوگوار سی بیٹھی تھیں ——
صائمہ کتاب لئے کرسی میں دھنسی ہوئی تھی، موسم دن کو بےحد گرم رہا تھا لیکن
اب ہوا ٹھنڈی اور معطر تھی ——
صائمہ کی ہاتھ میں کتاب تو تھی لیکن اس کا دھیان کتاب میں ذرا نہیں تھا۔
رہ رہ کر مراد کی سہمی نظریں یاد آ رہی تھیں ——
صائمی —— ماں نے پکارا
جی امّی ——
امتحان کی تیاری کر رہی ہو نا ——
ہاں امّی ——
وقار کے پاس چلی جایا کرو —— وہ پڑھا دیا کرے گا۔
نہیں امی مجھے ان سے ڈر لگتا ہے —— میں ان سے پڑھوں تو
روز ایک سیر خون خشک ہو جایا کرے گا —— صائمہ ہنس دی۔
پاگل ہے تو تو —— وقار تو بڑا ہی اچھا لڑکا ہے ——

پاگل ہے تو تو ـــــ وقار تو بڑا ہی اچھا لڑکا ہے ـــــ

وہ لڑکا ہے امی ـــــ صائمہ ہنسی چھپاتے ہوئے بولی ـــــ

اور کیا ـــــ

باجی سے بیس سال تو بڑے ہوں گے ـــــ

بیس سال تو نہیں ہاں دس سال کا فرق ضرور ہے ـــــ رضیہ بیگم سوچتے ہوئے بولیں ـــــ

تو پھر لڑکا کیسے ہوا ـــــ صائمہ ایک دم بولی ـــــ

توبہ ہے ـــــ تم تو بال کی کھال ادھیڑتی ہے ـــــ

امی ـــــ میں ـــــ میں ذرا ممی کے ہاں جاؤں گی ـــــ

صائمہ ڈرتے ہوئے بولی ـــــ

اس وقت ـــــ

تو کیا ہوا امی ـــــ رات ڈیڈی مجھے چھوڑ جائیں گے ـــــ

کوئی ضرورت نہیں ـــــ امتحان سر پہ ہے پڑھو بیٹھ کر

رضیہ بیگم سخت لہجے میں بولیں ـــــ

وہاں میرے نوٹس ہیں امی وہی تو لینے جاؤں گی ـــــ

بڑے میاں کو بھیج کر منگوا لو ـــــ

اُسے کیا پتہ چلے گا ـــــ

میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں صائمی ـــــ کہہ کیوں نہیں دیتی کہ کلب جاؤ گی اُن کے ساتھ ـــــ

نہیں نہیں امی ایسی بات نہیں ـــــ

جو تمہارا جی چاہے کرو ـــــ رضیہ بیگم ناراض ہو کر اندر چلی گئیں ـــــ

اور صائمہ تو تھی سدا کی خود سر، ضدی، لاپرواہ ـــــ سونے پر سہاگہ اُسی وقت احمد آ نکلے ـــــ

بلبلی ـــــ چلو تمہاری ممی تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔
ٹھہرئیے ڈیڈی میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں ـــــ صائمہ بھاگتی ہوئی
اپنے کمرے میں چلی گئی ـــــ
رضیہ بیگم باہر نکل آئیں ـــــ احمد کو دیکھ کر پھوٹ سی پڑیں۔
کہاں لے جا رہے ہیں اسے ـــــ
ہمیں کھانے پر جانا ہے احمد بولے ـــــ
اسے کیوں چھین رہے ہو احمد ـــــ میرے پاس تو پہلے ہی کچھ
نہیں ـــــ رضیہ بیگم کے رکے ہوئے آنسو بہہ نکلے ـــــ
تم ہمیشہ غلط سوچتی ہو رضیہ ـــــ اور تمہاری یہ غلط سوچ ہی تمہارے
ساتھ ظلم کرتی ہے ـــــ صائمہ میری بیٹی ہے ـــــ میری بیٹی
ہے میرا بھی حق ہے اس پر ـــــ
خوب استعمال کر رہے ہیں اپنا حق ـــــ رضیہ بیگم کی آنکھیں بے تحاشہ
برسنے لگیں ـــــ
میں اس کا باپ ہوں اس کا اچھا بھلا خوب سمجھتا ہوں ـــــ میں چاہتا
ہوں اس کی شادی کسی اونچی جگہ کروں ـــــ اور اسی لئے میں اسے تہذیب یافتہ
ماحول میں لے جاتا ہوں ـــــ تاکہ وہ کسی سے کم نہ رہے ـــــ
چلئے ڈیڈی ـــــ صائمہ تیار ہو کر آ گئی ـــــ
رضیہ کی آنکھیں برستی رہ گئیں، اور باپ بیٹی باہر نکل گئے
وہ تڑپ اٹھی ـــــ
اسی لمحے وقار آ گیا ـــــ پُروقار، سنجیدہ اور وجیہہ ـــــ
کیسی ہیں خالہ جان ـــــ آپ رو رہی ہیں ـــــ وقار گھبرا کر بولا
کچھ نہیں بیٹے ـــــ کچھ نہیں ـــــ وہ پلّو سے آنسو صاف کرتے
ہوئے بولیں۔ ـــــ

میں آپ کا غم سمجھتا ہوں ــــــــ میں سمجھاؤں گا صائمہ کو
بیٹھو بیٹے ــــــ سائلہ نہیں آئی ــــــ رضیہ بیگم آنسو پونچھتے
ہوئے بولیں ــــــــــ
ــــ نہیں ابھی تو ابھی گھر جا بھی نہ سکا ـــــــ سوچا آپ سے ملتا جاؤں
جیتے رہو بیٹے ـــــــ رضیہ بیگم کے آنسو پھر امڈ آئے۔ گھبرا کر
وہ اس کے لئے چائے بنانے چلی گئیں اور وہ سوچنے لگا ـــــــ ایک ماں کی
دو بیٹیاں ــــــــ اور دونوں میں کتنا فرق ــــــ سائلہ پیاری اور
دلکش اور گھریلو ـــــ صائمہ ـــــ ضدی، خودسر اور لاپرواہ ــــــــ

---

(۷)

صائمہ کالج میں اوپر والی منزل سے نیچے آ رہی تھی، اور مُراد اُسے دیکھ کر وہیں رُک گیا ——
وہ تیزی سے اُترتے ہوئے اُس کے قریب آگئی ——
میں تمہارے پاس ہی آ رہا تھا ——
کیوں ؟ ——
میرے نوٹس واپس کر دو اب —— وہ مسکراتا ہوا بولا۔
" توبہ خدایا —— اتنی بے اعتباری ہے —— وہ آنکھیں نچاتے ہوئے بولی ——
نوٹس کسی اور کو دینے ہیں —— وہ گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا ——
کس کو دینے ہیں —— صائمہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا ——
وہی —— جس کی باتیں میں تم سے کیا کرتا ہوں —— جو بہت خوبصورت ہے —— چاند سی نیلی نیلی آنکھوں والا۔
میں ابھی تمہارے منہ پر تمہارے نوٹس مارتی ہوں —— ہونہہ؛ جیسے

وہ نوٹس نہ پڑھوں گی تو پاس تھوڑی ہوں گی ـــــــــــ مر نہیں جاؤں گی.
زندہ رہوں گی، اور پاس ہو کر دکھا دوں گی ـــــــــــ صائمہ اکھڑ کی دس سناتی
ہوئی واپس ہو گئی. ـــــــــــ
جوتی کی اونچی ہیل کی تیز آواز مراد کے دل کی دھڑکن تیز کر رہی تھیں، اور
وہ برابر مسکرا رہا تھا ـــــــــــ
یہ لو پکڑو ـــــــــــ صائمہ آگ بگولہ ہوتی ہوئی واپس آ گئی اور نوٹس کی
کاپی زمین پر پھینک دی ـــــــــــ چہرہ سُرخ ہو رہا تھا ـــــــــــ
دیکھ لو کچھ چرایا تو نہیں میں نے ـــــــــــ وہ غصّے سے بھرپور آواز
میں بولی. ـــــــــــ
یہ اچھی احسان فراموشی ہے ـــــــــــ ایک تو کسی کی چیز لی جائے اور
اس بُرے طریقے سے واپس کی جائے اور پھر رعب بھی دبا جائے ـــــــــــ مراد ہنس
کر کہنے لگا. ـــــــــــ
بس جی ـــــــــــ آج سے بالکل ختم ہو گئی ـــــــــــ آئندہ اگر کبھی
بات کرگئی تو سو جوتی اٹھا کر مارنا. ـــــــــــ
توبہ .... توبہ ـــــــــــ پارہ بہت چڑھ گیا ہے.
مُراد ہنسا ـــــــــــ
اب یہاں سے دفعان ہو جایئے ـــــــــــ
اچھا ـــــــــــ تو چلے جاتے ہیں، مگر جانے سے پہلے ایک آخری بار گزارش
ہے ـــــــــــ وہ مسکین صورت بنا کر بولا. ـــــــــــ
ـــــــــــ میں تمہاری کوئی بات سننے کو تیار نہیں ـــــــــــ وہ چہرہ پھیر کر بولی
دیکھو صائمہ ـــــــــــ اگر کسی کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے، تب بھی
اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہاری آخری خواہش ـــــــــــ
تو تمہیں کیا پھانسی دی جا رہی ہے؟ ـــــــــــ وہ تیز آواز میں بولی.

یہ کیا پھانسی سے کم حکم ہے کہ آئندہ تم سے بات نہ کروں — تم میرے پاس سے گزر جاؤ — جیسے — جیسے — جیسے کیا صائمہ — وہ جان بوجھ کر انجان بن گیا —

— جیسے اجنبی — صائمہ نے فقرہ پورا کر دیا —

ہاں ہاں بالکل، جیسے اجنبی — اور اگر تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو — تم نے وہی کپڑے پہن رکھے ہوں جو مجھے پسند ہیں تو میں یہ بھی نہ کہہ سکوں کہ صائمہ — صائمہ — تم بہت اچھی لگ رہی ہو — یہ ساری باتیں کوئی پھانسی دینے سے کم ہیں کیا؟ —

— وہ رونے والی آواز میں کہہ رہا تھا —

— بس میں نے کہہ دیا نا — کہ مجھ سے بات نہ کرو —

پھر کس سے کروں —

اپنی اس کم باتیں کرنے والی سے — اپنی چاند سے — اُسی کے کپڑوں کی تعریف کرنا — اُسی سے کہنا کہ تم بہت اچھی لگ رہی ہو، چاہے وہ چڑیل ہی لگ رہی ہو — صائمہ لہجے کی جلن نہ چھپا سکی۔

— مراد کو ہنسی بہت آئی۔ مگر ضبط کیا، کہنے لگا —

— تو پھر میری خواہش پوری نہیں کی جائے گی۔ —

ہرگز نہیں —

اچھا پھر — یہ لو — مراد نے نوٹس کی کاپی پھاڑ دی —

ارے — یہ — یہ کیا کیا — صائمہ حیران رہ گئی

بس ہماری مرضی — وہ لاپروائی سے بولا۔

پھر مجھ سے کیوں لی تھی کاپی

بس لی تھی کسی کو دینے کے لئے، لوگوں کو اچھا نہیں لگا، ہم نے قصہ

ختم کر دیا ـــــــ

لوگ تمہارے اس جذبے سے ہرگز متاثر نہیں ـــــ صائمہ نے فیصلہ کر دیا ـــــ

بس تو پھر ٹھیک ہے ـــــــ یہاں کون پرواہ کرتا ہے۔

کیا کہا تم نے ـــــ صائمہ چونک گئی ـــــ

یہی کہ کسے پروا ہے ـــــ

اچھا ـــــ ٹھیک ہے ـــــ نہ تو نہ سہی، میں کونسا مر جاؤں گی، پہلے تو میں تمہاری پسند کے کپڑے کبھی کبھی پہنتی تھی نا اب روز پہنوں گی، اور تم جلو گے ـــــ

یہ ظلم ہے ـــــ مراد مظلوم چہرہ بناتے ہوئے بولا ـــــ

ہاں اور ـــــ اور تم کو نرگس کے پھول پسند ہیں نا ـــــ

وہ بھی روز جوڑے میں لگاؤں گی چاہے مجھے پھول لنڈی کوتل سے کیوں نہ منگانے پڑیں ـــــ

غضب کچھ کم نہیں ہو سکتا ـــــ

مراد بولا ـــــ

بالکل نہیں ـــــ اور صوفیہ لارین اور ایلزبتھ ٹیلر کی فلمیں بھی اکیلے دیکھوں گی ـــــ

یہ ظلم ہے ـــــ ظالم حسینہ ـــــ مراد ہنس کر بولا

بکو مت جاؤ اپنی چاند کے پاس بیٹھو نا ـــــ

اچھا چلو یہ جھگڑا ہی ختم کیے دیتا ہوں ـــــ آج تمہیں چاند سے ملوائے ہی دیتا ہوں ـــــ

نہیں جی ـــــ مجھے کوئی ضرورت نہیں ـــــ میں ایسی کمینیوں سے نہیں ملا کرتی ـــــ وہ کندھے جھٹکتے ہوئے بولی ـــــ

ارے تم تو گالیاں بکنے لگیں ———

جو میرا جی چاہے گا کہوں گی ——— وہ لفنگا ہے ——— شہدی ہے

توبہ توبہ ——— اچھا آج میں تمہیں پورا قصہ سُناؤں کہ میری

اور اس کی پہلی ملاقات کب ہوئی؟ ———

مجھے ضرورت نہیں ——— وہ چیخ کر بولی ———

وہ مجھے بازار ایک دوکان پر دکھائی دی ——— مرانسا اُس کی ان سُنی

کرتا ہوا بولا ———

کوئی آوارہ ہوگی ———

آوارہ تو نہیں ——— بے حد خوبصورت۔ گلابی رنگت، اور نیلی آنکھیں

تمہارے نزدیک گلابی رنگت اور نیلی آنکھیں خوبصورت ہیں' میرے

ہاں ایسی لڑکیوں کو بندریا کہا جاتا ہے ——— صائمہ درمیان میں بول پڑی۔

سن تو لو ———

ہاں تو مسکراتے ہونٹ ———

میں نے کہا تھا نا کہ کوئی آوارہ، جو مردوں کو دیکھ کر مسکراتی ہے ———

صائمہ پھر بولی ———

بڑی پیاری ہے ——— بس کمی ہے تو یہ کہ وہ باتیں نہیں کرتی۔

جب گدگداؤ تو ہنس پڑتی ہے ———

تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے ——— صائمہ دانت پیستی ہوئی

بولی ———

آج تو میرے ساتھ کالج سے آئی ہے اُسے تم سے ملنے کا بڑا شوق ہے۔

میں ایسی ویسیوں سے نہیں ملتی ———

آؤ نا موڑ میں بیٹھی ہے، بور ہو رہی ہوگی ———

میں نہیں جاتی ——— کہنے کو تو صائمہ کہہ رہی تھی لیکن

اس کا دل چاہا کہ وہ جا کر اس کا منہ نوچ لے ——

چلو نا —— مراد بولا ——

اچھا چلو —— دیکھ لیتے ہیں اس حسینۂ عالم کو —— مگر ایک بات سن لو، اس کے بعد میرے تمہارے جو رسمی سے تعلقات ہیں نا وہ بھی ختم ——

مراد کو رسمی پر بڑی ہنسی آئی —— کہنے لگا —— ہاں ہاں بالکل ——

دونوں چل رہے تھے —— مراد ہنس رہا تھا، اور صائمہ کڑھ رہی تھی۔ جل رہی تھی۔ ——

مراد موٹر کے قریب جا کر بولا ——

صائمہ آئی ہے ——

صائمہ کی آنکھیں بھر آئیں —— نظریں اٹھائیں تو —— مراد نے موٹر کا دروازہ کھول دیا ——

صائمہ کی نگاہوں میں مایوسی تھی —— حسرت تھی —— مگر جونہی سیٹ پر نظریں پڑیں تو وہ حیران رہ گئی، ——

سیٹ پر مسالے کی ایک خوبصورت سی گڑیا بیٹھی، جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی ——

صائمہ کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا، جھینپتے ہوئے بولی —— یہ چاند ہے —— پھر گڑیا اٹھا کر چومنے لگی —— بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس چاند ——

ابھی تو رو رہی تھیں —— مراد ہنسی سے بے حال ہو رہا تھا۔

اونہہ —— رو رہی تھی —— اس کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا اور اس طرح شرمندہ شرمندہ جھینپتی جھینپتی وہ مراد کو بڑی اچھی لگی۔

کہنے لگا —— گدگداؤ تو یہ ہنستی بھی ہے ——

صائمہ ایکدم ہنس پڑی تب وہ دونوں مل کر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے اور صائمہ گڑیا اٹھا کر بھاگ گئی۔

(۸)

ممی اور ڈیڈی اپنی شادی کی دسویں سالگرہ منا رہے تھے ـــــ
کوٹھی قمقموں سے جگمگا رہی تھی ـــــ
خوبصورت ہال کے مدھم سے نورانی غبار میں مرمر کے سفید چمکتے ہوئے ٹیبل پر شراب کے ارغوانی جام جھلک رہے تھے۔ شراب میں نہائے ہوئے ہونٹ آتش برسا رہے تھے... چہرے سُرخ ہیروں کی طرح چمک رہے تھے، اور آنکھوں میں سیال نشے کے سمندر لہرا رہے تھے۔ ـــــ

ڈیڈی نے کلب کی ڈانسر اور سازندے بھی بُلوائے تھے جو نیوی بلیو سوٹوں میں ملبوس اب ٹرمپیٹ کی سحر کار دُھنیں پیش کر رہے تھے اور رنگ بستر جھلکتے فرش پر رقاصہ جھوم رہی تھی، ہولے ہولے ـــــ اس کی آنکھوں کی چمک خمار آلود ہونٹوں کی آگ اور عریاں باہوں کی روشن حرکت، مدھم سی ٹھنڈی اور پراسرار سی روشنی میں یوں ابھر رہی تھی جیسے کہر آلود سمندر کی دُھندلی سطح پر بجلی تیر رہی ہو

اور صائمہ ـــــ حسبِ عادت مسرت، زندہ دلی اور شگفتگی کا ایک جیتا جاگتا مرقع بنی ہوئی تھی ـــــ اس نے تیز رنگ کی ساڑھی باندھی ہوئی تھی، وہ بھی یوں کہ جسم کے تمام خطوط نکھر نکھر اُٹھتے تھے، اس کے سفید دودھیا

بانہو چاندنی کی شاخ کی طرح کومل تھے ۔۔۔ دراز پلکیں پھیلے پھیلے کاجل سے بوجھل نظر آرہی تھیں۔ تراشے ہوئے بال، کالی گھٹاؤں کی طرح اس کی لانبی سفید گردن پر سایہ فگن تھے.... آئینے کی مانند چمکتی ہوئی کبھی ایک جگہ اور کبھی دوسری جگہ اس کا چلنا بھی رقص کی ایک ادا لئے ہوئے تھا، وہ ہنستی تو دور دور تک جیسے روشنی کے دائرے پھیل پھیل جاتے ۔۔۔

آپ کی بیٹی بڑی پیاری ہے ۔۔۔ نکلی ہوئی توند والا سیٹھ کھی کھی کرتا ہوا احمد سے کہہ رہا تھا ۔۔۔

شکریہ سیٹھ ۔۔۔

آج تمہاری بیٹی ساری محفل پر چھائی ہوئی ۔۔۔ ایک اور آدمی بولا، اور احمد جواب میں ہنس دیا۔ اس کے پچکے ہوئے گال بھرے بھرے نظر آنے لگے، اور دونوں کنپٹیوں کے اوپر اُگے ہوئے سفید بال کے گچھے اچھے معلوم ہو رہے تھے، اس کے لمبے سخت چہرے پر اس وقت دلی مسرت کا نور پھیلا ہوا تھا، پائپ کا ایک کش لینے کے بعد وہ نغمہ کی طرف توصیفی نگاہوں سے دیکھتا، اور تب ایک انجانے سرور کا احساس اس کے جسم کے رونئیں رونئیں میں سرایت کر جاتا

لوگوں نے صائمہ کو گھیر لیا ۔۔۔ گانا سناؤ

سناؤ بھئی ۔۔۔ احمد بولے

اور تب صائمہ ایک ادا سے اٹھی، اور پیانو پر جا بیٹھی، اس نے نیم انگریزی دھن کا ایک گانا سنایا لوگوں نے خوب داد دی ۔ صائمہ گاتی بھی خوب تھی. اس کی آواز میں مٹھاس تھی ۔

ہنسی مذاق ہو رہا تھا، ممی اور ڈیڈی دونوں ہی مسرور تھے، اپنی اپنی خوش قسمتی پر نازاں ۔۔۔ ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے۔

صائمہ کو ممی کی آنکھیں بڑی پسند تھیں جیسے ہر وقت نشے میں ہوں
ممی تھی بھی اُس کے مطلب کی .... باقاعدگی سے کلب جانا، پارٹیاں
اٹینڈ کرنا، ہر روز نت نئے پروگرام بنانا، اور ڈیڈی بھی اس کا ساتھ دیتے
ڈیڈی کا کہنا تھا کہ عورتوں کو سوسائٹی میں مکس ہونا چاہئیے کیونکہ یہ فطری فعل ہو
یہی وجہ ہے کہ ان کی رضیہ بیگم کے ساتھ کبھی نہ بنی .... رضیہ بیگم کو ان کی ہر بات
سے اختلاف تھا، وہ ہر بات میں اخلاق، شرم و حیا، مذہب، عقیدے رکھتی تھیں،
ڈیڈی کبھی خوش ہوتے تو رضیہ بیگم سے کہتے ... تم تو آثار قدیمہ ہو۔
سب لوگ ہنس رہے تھے —— یکایک سب کی توجہ نئے آنے
والے شخص پر مبذول ہو گئیں۔

"ہیلو ظفر ——

"ہیلو" وہ لاپروائی سے ڈیڈی کے پاس آکر بیٹھ گیا ——

صائمہ نے اُسے بالکل پہلی مرتبہ دیکھا تھا ——

ہم نے سمجھا کہ تم نہیں آؤ گے —— ممی سگریٹ کا دھواں فضا میں چھوڑتے
ہوئے بولیں ——

کلب گیا تھا، وہاں دل نہیں لگا، یہاں چلا آیا —— وہ مسکرایا۔

صائمی ان سے ملو —— یہ ہیں ظفر —— ممی نے مسکراتے
ہوئے تعارف کرایا ——

اور آپ کی تعریف —— ظفر اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے
بولا ——

یہ ہماری بیٹی ہے صائمہ —— ممی کا انداز فخریہ تھا

"آپ کی اپنی ——

......

وہ ہنسا ——

ہاں ——

بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ــــــ

وہ بولا ــــــ

"تھینک یو ــــــ کہتی ہوئی وہ دوسری طرف چلی گئی۔

عجیب سی قہقہہ بار رات تھی ــــــ

لوگ جانے لگے ــــــ اب چند ہی مہمان رہ گئے تھے ــــ جگمگاتی ہوئی فضا میں خوشبوؤں سے بوجھل تھی ــــــ تازہ ہوا کے جھونکوں سے کھڑکیوں پر ریشمی پردے رہ رہ کر سر سراتے ــــــ

صائمہ اپنے سڈول جسم کی قیامت آفرینیوں کے ساتھ صوفے پر بیٹھی مسکراہٹ کے ساتھ ہنس رہی تھی ــــــ

ظفر کی نگاہیں اس پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ـــ صائمہ کے سفید چمکتے ہوئے دانت بڑے معلوم ہو رہے تھے ہونٹ انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب آگیا ــــــ

مس احمد ــــــ اگر میں کہوں کہ آپ بہت خوبصورت ہیں تو۔

"تو میں یہ کہوں گی کہ شکریہ۔ وہ ہنسی جیسے چوڑیاں کھنک گئی ہوں۔

تو سمجھئے کہ میں نے کہہ دیا ــــــ

یہ بھی سمجھ لیجئے کہ میں نے شکریہ ادا کر دیا ــــــ

خوب ــــــ

ابھی وہ کچھ اور کہنے والا تھا کہ ڈیڈی آگئے ــــــ

صائمہ گھر تو نہیں جاؤ گی ــــــ

آج یہیں رہے گی بے بی ــــ

ممی جلدی سے بولیں ــــــ

مگر ڈیڈی امی جان ــــــ

ہاں وہ اکیلی ہوں گی ــــــ چلو تمہیں چھوڑ آؤں

چلیئے ـــــ

وہ بادلِ ناخواستہ اٹھی ـــــ

میں بھی جارہا ہوں کہیئے تو چھوڑ آؤں ـــــ ظفر بولا

نہیں چھوڑ آتا ہوں ـــــ احمد کو ظفر کا کہنا ناگوار گزرا

جیسے آپ چاہیں ـــــ

ظفر دوسری طرف چلا گیا ـــــ

اور صائمہ حسرت سے ماحول پر نظر ڈالتے ہوئے ڈیڈی کے ساتھ باہر نکل آئی۔ ـــــ

---

(۹)

مراد چاہتا تھا کہ وہ صائمہ سے صاف صاف کہدے کہ صائمہ میری دنیا روشن کردو...... مگر وہ صائمہ سے ڈرتا بھی تھا ـــــ ایک منٹ میں وہ باپ دادا تک پہنچ جانے والی لڑکی تھی ـــــ وہ مراد سے لڑتی جھگڑتی رہتی مگر اس لڑائی جھگڑے میں بھی اپنائیت تھی محبت تھی ـــــ

وہ حسین تھی ـــــ ذہین تھی ـــــ وہ سب کچھ جانتی تھی ـــــ مگر جان بوجھ کر انجان تھی ـــــ

مراد کے جذبات اس کی مسکراہٹوں کے تمنائی تھے، لیکن کبھی اس نے اظہار نہیں کیا۔ وہ انتظار کر رہا تھا کسی سوتے جاگتے لمحے کا جب وہ اقرار کرے گا، جب وہ اس سے کہدے گا ـــــ صائمہ تم میری روح ہو

اس روز اُس نے کہدیا تھا ـــــ صائمہ گانا تو سناؤ ـــــ

کیوں ـــــ وہ ہمیشہ کی طرح تیز ہو کر بولی۔

بڑی تعریف ہوتی ہے کالج میں ذرا ہمیں بھی تو سنوں

یہ بات ہے ـــــ تو لو پھر سُنو ـــــ

ساتھ ہی اس نے ایک گیت شروع کر دیا۔

اس کی آواز صائمہ خوابیدہ تھی، جذبات و احساسات کو بیدار کر دیتی ہے — غم زدہ روح کو ولولہ بخشتی ہے — اس کے نازک لبوں سے شعریت ٹپکتی دیکھ کر وہ اس آواز کو دل میں لیا بیٹھا — تب اس کا جی چاہا تھا کہ وہ صائمہ سے پوچھ لے — کیا تم بھی میرے جذبات کی سرسراہٹ محسوس کرتی ہو — ؟ کیا تم نے مجھے میری وارفتگی کی آہٹ سن لی ہے، مگر صائمہ کو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول جاتا —

صائمہ اسے بڑی پسند تھی — اس کے لباس کا تنوع — وہ شوخی کی شیدائی ہے — اس کا سراپا رنگ و نور، جب وہ اپنے انوکھے انداز میں چلتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ نہیں چل رہی، بلکہ زمین خود اس کے قدموں کے آگے سبک رو ہو کر چل رہی ہے۔ ————

— اس نے دیکھا — صائمہ چلی آ رہی ہے — سفید ریشم کے لباس میں ملبوس — بالوں میں کلیوں کا سفید گجرا لگائے ہوئے آنکھوں میں شوخی لئے ہوئے —

مراد سنبھل کر بیٹھ گیا —

"آئیے حضور —

آگئے — صائمہ مسکرا کر قریب ہی گھاس پر بیٹھ گئی

کس کے قتل کی تیاری ہے —!

مراد مسکرایا —

اس وقت تو آپ کو ہی گولی مار دینے کا ارادہ ہے ؟

وہ تو جگر کے پار ہو بھی گئی —

تو جناب کی روح بول رہی ہے کیا —

روح تو معلوم ہو رہی ہو کسی بوڑھی جادوگرنی کی —

فِٹّے منہ — صائمہ نے پنجابی زبان کا سیکھا ہوا فقرہ جڑ دیا۔

اس کا مطلب بھی پتہ ہے ——— مراد بولا ———
پتہ نہیں کیا ہے ——— ویسے تم پہ فٹ آتا ہے۔
اچھا بکو رت، ——— بتاؤ پڑھائی ہو رہی ہے یا نہیں ———
کوئی خاص نہیں ہو رہی ——— صائمہ لاپرواہی سے کہنے لگی ———
دھیان سے پڑھو ——— فیل ہو گئی تو ———
تو کیا ہو جائے گا ——— صائمہ درمیان میں بول اٹھی ———
میں بی اے فیل سے شادی نہیں کروں گا ———
صائمہ کے گال سرخ ہو گئے، کہنے لگی ——— اللہ کی شان، اتنی
خوش فہمی ہے جناب کو ———اور جیسے تم شادی نہ کرو گے تو مر ہی جاؤں گی،
ٹی بی ہو جائے گی مجھے جیسے مجھے ———
اور نہیں تو کیا ——— مراد نے بڑے زعم سے کہا ———
وہ کیا شعر ہے مراد ———صائمہ ہنس کر بولی ———
چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل
تو کیا تم چھچھوندر ہو ——— مراد بولا ———
میں کیوں ہونے لگی، تم ہی مجنوں کے بڑے پوتے ہو ———
میری مجال ہے میں تو بہت چھوٹی چیز ہوں ———
اچھا شو میں نہ آؤ ——— یہ بتاؤ کہ اگر پڑھائی میں کچھ کمی ہو تو میں
پڑھا دیا کروں ——— مراد سمجھاتے ہوئے بولا ———
پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم ہو کیا شے ——— صائمہ اسے غور
سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ———
اری عقل کی دشمن ——— میں ایم فائنل اور وہ بھی انگلش کا
لائق اسٹوڈنٹ ہوں ——— اور بی اے میں تو ٹاپ کر چکا ہوں ——— کسی
کو پڑھانے کی حامی بھر لوں نا ——— تو پڑھنے والے کو خوشی سے ناچنا چاہیئے ———

میں تو ایسوں ویسوں کو منہ نہیں لگاتا ـــــــ وہ تو تم پر ذرا مہربان ہو گیا ہوں۔

کیوں ہو گئے ہو مہربان ـــــــ صائمہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی ـــــــ

بس ہو گیا مہربان ـــــــ تمہاری کوئی ادا بھا گئی ہو گی ـــــــ

صائمہ کی کان کی لوئیں تپنے لگیں ـــــــ کہنے لگی ـــــــ مسٹر پھنے خاں ہنسی آتی ہے تمہاری خوش فہمی پر ـــــــ وہ ہنسنے لگی ـــــــ

کھی کھی کھی ـــــــ مراد نے اس کا منہ چڑا دیا ـــــــ

اچھا مذاق بند کرو مراد ـــــــ اب تم واقعی شادی کر لو ـــــــ

کرواؤ پھر ـــــــ مگر لڑکی بی اے فیل نہ ہو، میں تاجر باپ کا لڑکا ہوں، ہر بات میں فائدہ سوچتا ہوں ـــــــ

ہاں ـــــــ ہاں ـــــــ کوئی ایسی لڑکی دیکھوں گی جو خوب جہیز لائے، تمہیں کار ملے، تمہارے ابا کو سکوٹر، تمہارے دادا کو سائیکل ملے اور پر دادا کو ٹرک ـــــــ ہے نا

وہ تیز آواز میں لڑنے لگی ـــــــ

مراد ایک دم سنجیدہ ہو گیا ـــــــ کہنے لگا تم مجھے ایسا سمجھتی ہو قسم ہے تمہاری میں سے شادی کروں گا یہ طے ہو گا کہ جہیز کی لعنت ختم ـــــــ

ارے تم تو ایک دم گریٹ ہوتے جا رہے ہو ـــــــ صائمہ مسکرا دی۔

میں جہیز پہ لعنت بھیجتا ہوں ـــــــ تم نے مجھے غصہ دلا دیا اور میرا غصہ بہت خراب ہے، اول تو آتا نہیں، اور اگر آتا ہے تو جو سامنے آتا ہے ہیٹ کر رکھ دیتا ہوں ـــــــ

نا بابا نا ـــــــ غصہ تھوک دو

لو تھوک دیا ـــــــ اس نے زمین پر زور سے تھوک دیا۔

تم تو اچھے آدمی ہو ـــــــ

چلو نا ـــــــ وہ رعب سے بولا۔

کیا پتہ میں تم سے ہی شادی کر لوں ——— وہ خلاؤں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

سچ ——— کیا تم کو میری کوئی ادا اچھا لگی ہے ———

وہ جلدی سے بولا ———

اس نے زور زور سے سر ہلا کر اقرار کیا ———

کونسی ———

مراد کا اشتیاق بڑھ گیا ———

یہی زور سے زمین پر ٹھوکر کرنے والی ادا ———

گندی لڑکی ——— وہ جھینپ گیا۔

پسند اپنی اپنی ———

اچھا یوں ہی سہی ——— پھر شادی نہ کرو گی مجھ سے ———

ہاں ہاں کروں گی، اور جلدی، کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ پڑھائی میں دماغ خراب کروں ———

پہلے کونسا دماغ کم خراب ہے ———

مراد آہستہ سے بولا ———

کیا کہا ——— وہ تیز ہو گئی ———

منہ سے نکل گیا، معافی دے دو ———

دیکھو جی ——— آئندہ اگر کچھ کہا تو لڑائی ہو جائے گی ———

پہلے کونسی کم ہوتی ہے ——— صائمہ سوچتا ہوں اگر میری تمہاری شادی ہو گئی تو تم مجھے بھون کر کھا جاؤ گی ———

بھون کر ——— صائمہ حیرت سے بولی ——— کچا ہی سمجھو

اچھا ——— مراد ڈر کر بولا۔ ———

ہاں اگر ذرا بھی مجھ سے گڑبڑ کی نا تو میں ان لڑکیوں میں سے نہیں جو بیٹھی قسمت کو روتی رہتی ہیں ——— وہ تڑاخ سے بولی ———

فرض کیا ——— اگر کسی بات پر تمہیں ایک تھپڑ ماردوں تو —؟"
مراد بولا ———
تو میں بھی فرض کرلو کہ تمہیں ایک کے بجائے دس ماروں گی۔
توبہ — توبہ، ایسی خونخوار بیوی سے بچائے ——— مراد نے کان پکڑ لئے ———
ابھی سے توبہ ——— جاؤ نہیں کروں گی تم سے شادی ———
نہ کرو مر نہیں جاؤں گا ———
باپ رے باپ ——— پروفیسر وقار اسی طرف آرہے ہیں، صائمہ ڈر کر جلدی سے کھڑی ہو گئی ———
تو کیا ہوا ———
میں ان سے بہت ڈرتی ہوں ———
تمہارے تو وہ بہنوئی ہیں ———
ہیں تو سہی ——— مگر میری تو روح کانپتی ہے اُن سے اس کا چہرہ واقعی زرد ہو گیا ———
وقار قریب آگئے ——— سنجیدہ سنجیدہ سے۔ آنکھوں پر سفید چشمہ لگائے ہوئے ———
سر آپ ——— صائمہ گھبرا گئی ———
اوہ صائمہ ——— تم تو گھر نہیں گئیں، سائلہ یاد کر رہی تھی، وقار کی گمبھیر آواز اُبھری ———
نہیں سر ——— وہ بس یونہی ——— وہ لڑکھڑا سی گئی
مراد ——— وقار بولے۔ ———
جی ———
کنووکیشن کی تیاری مکمل ہو گئی نا ———

جی ہر ——

مجھے بتا دینا ایک بار ——

او، کے سر —— مُراد بولا

صائمہ گھر آنا۔ تمہارے کان کھینچوں گا۔ وقار مسکراتے ہوئے واپس چلے گئے۔ ——

جان نکل ہی گئی تمہاری —— مراد ہنس کر بولا ——

معلوم نہیں مُراد —— وقار صاحب کو دیکھ کر میرا خون خشک ہو ہو جاتا ہے، اور میری باجی اتنی خوش ہیں ان کے ساتھ کے توبہ ——

پروفیسر صاحب اچھے آدمی ہیں —— مراد بولا

ہُونہہ —— بور —— بالکل خشک کتاب

جانے باجی کو کیوں اتنے پسند ہیں —— قصیدے پڑھتی ہیں ان کی شان میں ——

اچھی لڑکیاں یوں ہی کہا کرتی ہیں ——

اچھا دادا ابا —— خدا حافظ —— صائمہ کی شوخی واپس آگئی ——

کہاں جا رہی ہو ——

گھر، اور کہاں، سیمی کی کلاس ختم ہو گئی، وہ دیکھو، کہتی ہوئی وہ گیٹ کی طرف بھاگ گئی۔ ——

---

(۱۰)

آسمان پر سُرخ سرخ لالی مچی ہوئی تھی ـــــ
اور اس ہلچل میں بادلوں کی "تاک جھانک" ـــــ یہ سب کچھ اس کے
دل کو بے طرح بھا گیا ـــــ وہ ڈوب ہی تو گئی اس بے قرار سے لمحے میں
اس بے خودی میں وہ کھڑکی میں باہر کی طرف دیکھنے لگی، کھڑکی کے قریب
ہی موتیے کی بیل تھی ـــــ اُس نے خوب صورت کلیوں کی طرف ہاتھ بڑھا دیا
ـــــ ایسا کرنے سے اس کے شبنمی بال سارے کے سارے
اِدھر اُدھر بکھر گئے، جیسے کالی گھٹا میں پھیل رہی ہوں ـــــ
ایسے میں اُسے مراد کا خیال آگیا ـــــ کتنا پُرسکون تھا، مراد کے
خیال میں. دل میں نئے نئے احساسات جنم لے رہے تھے ـــــ اور وہ
حسین وادیوں میں بھٹکنے لگی ـــــ
جہاں وہ تھی اور مراد ـــــ اُسے لگا جیسے وہ اُن بلندیوں پر
پہنچ گئی ہو، جہاں انسان آج تک پہنچنے میں ناکام رہا ہے ـــــ
صائمہ ـــــ
اس غیر متوقع سی آواز پر وہ ایک دم سنبھل گئی، اس نے گھبرا کر دیکھا، سائمہ

باجی مسکرا رہی تھیں ــــ

ارے باجی آپ ــــ وہ اٹھ کر بہن سے لپٹ گئی

جاؤ میں نہیں بولتی تم سے ــــ باجی روٹھی ہوئی بڑی پیاری

لگ رہی تھی ــــ

میں شرمندہ ہوں باجی ــــ وہ کھسیانی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولی

ایسی بے مروت ــــ میرا دل تڑپتا ہے تو آجاتی ہوں ــــ ورنہ

تم تو کبھی نہیں پوچھتیں ــــ

ارے اتنی ناراضگی، اچھا معاف کر دیں نا ــــ

خالہ جانی ــــ رانو اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی ــــ

میری رانی ــــ صائمہ نے رانو کو بھینچ لیا ــــ

ہم نہیں بولیں گے ــــ رانو کے گال پھول گئے ــــ

کیوں ؟ ــــ

آپ ہمارے گھر (گھر) جو نہیں آتیں ــــ

چلا کو ــــ صائمہ نے اس کا ماتھا چوم لیا ــــ

دیکھو لو ــــ بچے بھی شکایت کرتے ہیں ــــ باجی بولیں

ارے تم لوگوں نے تو میرے خلاف محاذ بنالیا ہے، اچھا اگلی بار اتوار کو

ضرور آؤں گی ــــ

امی بھی وہیں آگئیں ــــ پپو اُن کی گود میں تھا ــــ

پپو اسکول داخل ہوگئے تم ــــ صائمہ نے پوچھا ــــ

ہو بھی گئے خالہ ــــ پپو بولا ــــ

اچھا مبارک ــــ رضیہ بیگم بولیں ــــ

ہم نے بھیا کا قاعدہ پھاڑ دیا ــــ نوشابہ خوشی سے بولی۔

بہت اچھا کیا ــــ صائمہ نے رانو کو بھینچ لیا۔

واہ ! اچھا سبق دے رہی ہو ـــــــ رضیہ بیگم رہ نہ سکیں۔
صائمہ اور سائلہ ہنسنے لگیں ـــــــ
باجی ـــــــ وہ تمہارے وقار صاحب کیسے ہیں ـــــــ ؟
صائمہ نے کہا۔ ـــــــ
اور وہ بڑے کیا لگتے ہیں ـــــــ سائلہ ہنس کر پوچھنے لگی۔
پاگل ہے یہ تو ـــــــ مجھے بھی کوئی اُس کی بات سُناتی ہے تو سر وقار کہہ کر سناتی ہے ، رضیہ بیگم ہنسیں۔ ـــــــ
کہہ رہے تھے ، صائمہ سمجھی نہیں آتی ـــــــ سائلہ کہنے لگی
آؤں گی نا ـــــــ صائمہ بیزار ہو گئی۔ ـــــــ
آخر تم بے زار کیوں ہو ہمارے گھر سے ـــــــ سائلہ ہنسی
باجی سچ پوچھو نا ـــــــ تمہارے گھر سے مجھے وحشت ہوتی ہے ، بور خشک ـــــــ یوں لگتا ہے ـــــــ جیسے ہر جگہ ہر فنیچر وقار ہوں۔
صائمہ ہنس کر بتانے لگی۔ ـــــــ
بدتمیز ـــــــ سائلہ ہنسنے لگی ـــــــ
باجی ـــــــ صائمہ بہن کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔
کیوں ـــــــ
تم کچھ بدلی بدلی لگتی ہو ـــــــ کچھ موٹی ہو گئی ہو
شریر ـــــــ سائلہ نے شرما کر سر جھکا لیا
سائلہ اب کے یہیں آجانا تم ـــــــ رضیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔
وہ تو کہہ رہے تھے ہسپتال چلی جانا ـــــــ سائلہ آہستہ سے بولی۔
ہوں ـــــــ تو پھر کوئی ننھا منا ـــــــ صائمہ ہنس کر بولی ـــــــ
چپ رہو ـــــــ سائلہ نے بہن کو ڈانٹا۔

باجی اس کے بعد بس ـــــــ زیادہ بچے عذاب بن جاتے ہیں
صائمہ مسکرا دی ـــــــ
چپ رہو بے ہودہ ـــــــ یہ تو ذرا نہیں شرماتی ـــــــ
اندھیر ہے نا ـــــــ کنواری لڑکی، اور ایسی باتیں
رضیہ بیگم کا لہجہ فکرمندانہ تھا ـــــــ
آپ تو میرے پیچھے پڑنے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں امی ـــــــ صائمہ روہانسی ہو گئی ـــــــ
امی کچھ خیال کیجیے صائمہ اب بچی نہیں رہی ـــــــ سائکہ نے ماں سے کہا پھر بولی ـــــــ آؤ صائمہ ذرا بازار چلیں، مجھے بچوں کے کپڑے خریدنے ہیں ـــــــ

(۱۱)

امتحان ہو چکا تھا ——— اور اب وہ بالکل فراغت تھی
صائمہ کا کالج کا آج آخری دن تھا ——— وہ بے حد اداس تھی
مراد امتحان تو دے چکا تھا، مگر کالج بلا ناغہ آیا کرتا تھا ———
صائمہ کو کینٹین جاتے دیکھ کر وہیں آگیا ——— صائمہ کھوئی کھوئی
سی تھی ———
کچھ لوگوں کو یہ پھولا ہوا منہ کتنا برا لگتا ہے ——— مراد بولا۔
میں مذاق کے موڈ میں نہیں ——— صائمہ بولی ———
اچھا چائے پلوا رہی ہو ———
پی لو ——— وہ بے دلی سے بولی ———
یہ صورت پر بارہ کیوں بج رہے ہیں، وہ غور سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے
بولا۔ ———
توبہ ہے مراد ——— کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو ———
یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنا غم کس بات کا ہے؟ ———
یہ کیا کم غم ہے کہ آج سے گھر بیٹھ جاؤں گی ———
پھر کالج ضرور آؤ گی ——— مجھے تمہارے
فکر کیوں کرتی ہو ———

پاس ہونے کی امید کم نظر آرہی ہے ــــــ

مراد ــــــ منہ اگر بُرا ہو تو اچھی بات کرنی چاہیئے ــــــ صائمہ کو غصّہ آگیا

ــــــ

وہ تو جیسا بھی ہے لوگ مرتے ہیں ــــــ مراد ہنسا ــــــ

میں نے سنا ہے تم افریقہ جا رہے ہو ــــــ وہ سنجیدگی سے کہنے لگی۔

ــــــ

ہاں جا تو رہا ہوں ــــــ

کیوں ــــــ

ایک جنگلی لڑکی نے بلایا ہے ــــــ

مذاق نہ کرو ــــــ

کہہ تو دیا کہ وہاں جنگلی ملکہ سے دوستی ہو گئی ہے ــــــ

میں جانتی ہوں تم فضول باتیں کر رہے ہو ــــــ وہ اٹھتے ہوئے بولی

ارے بیٹھو... بیٹھو ــــــ میں تمہیں خوب سمجھتا ہوں۔ چائے کے پیسے بچانا چاہتی ہو، بیٹھو بھئی ــــــ میں منگوا تا ہوں ــــــ

صائمہ بدستور کھوئی کھوئی سی تھی ــــــ

کنجوس، مکھی چوس ــــــ مراد اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے بولا

مرے کیوں جاتے ہو۔ بل میں ادا کر دوں گی، صائمہ اس کی نظروں کی تاب نہ لاسکی۔

ــــــ

صائمی ــــــ وہ پیار سے دیکھتا ہوا دھیمی آواز میں بولا۔

یوں نہ پکارا کرو مراد ــــــ اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا ــــــ

کیوں ــــــ اس لہجے میں والہانہ پن تھا ــــــ

بس کہہ دیا نا ــــــ حیا اُس کے چہرے پر دائرے سے کھینچ رہی تھی۔

آخر کیوں ــــــ

یہاں کچھ ہوتا ہے ——— وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بولی ——
کیا ہوتا ہے ——— وہ اُس کے قریب منہ لاکر بولا
تمہیں کیوں بتائیں ——— وہ نظریں جھکا کر بولی۔
مجھے پتہ ہے ——— مراد آنکھیں میچتے ہوئے بولا۔
کیا پتہ ہے ———
صائمہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی ———
یہی کہ تم کو ——— مجھ ——— سے ——— پیار ——
ہے ——— اور ——— تم ——— مجھ سے نہیں ——
کہتیں ——— کیونکہ ——— تم کو ——— شرم ———
آتی ہے ——— وہ جیسے سبق سنا رہا تھا۔ ———
——— کبھی تو سر سے بات کیا کرو مراد ———
صائمہ ہنستے ہوئے بولی ———
دیکھا ——— منا لیا نا ———
مراد اس کے قریب کان لے جا کر بولا ———
مگر تم تو افریقہ جا رہے ہو ———
صائمہ چائے بناتے ہوئے کہنے لگی ———
چاہتا تو تھا کہ شادی کے بعد جاتا ——— بیوی کو بھی ساتھ لے
جاتا مگر ——— ڈیڈی اور ممی سے اجازت لینا بھی تو ضروری
ہے ———
وہ جھلا سا گیا ———
اگر افریقہ ساتھ لے جانے میں ہی شادی کر لیتی تم سے، بڑے ہی بدھو
ہو ——— پہلے ہی بتا یا ہوتا میں کچھ نہ کہتی ———
مراد سوچتا ہوا بڑا اچھا لگ رہا تھا ———

بہت بُرے لگتے ہو سوچتے ہوئے، تم سمجھو گے یہ پوز اچھا ہے، مگر بالکل نہیں ـــــ صائمہ منہ بنا کر بولی ـــــ

اس کا مطلب ہے کہ اچھا لگتا ہوں ـــــ مُراد اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا ـــــ

بالکل بھی نہیں ـــــ

میں تمہاری عادت جانتا ہوں ـــــ وہ ہنس دیا

اچھا چھوڑ دیہ باتیں ـــــ یہ بتاؤ کب دفعان ہو رہے ہو ـــــ جب تم ساتھ چلو ـــــ

میں ایک پرائے آدمی کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں ـــــ وہ شرما گئی۔

اسی لئے جلدی جا رہا ہوں، تاکہ ڈیڈی کو ساتھ لا کر پرائی لڑکی کو اپنے گھر لے آؤں۔

کب ـــــ؟ صائمہ کے منہ سے نکل گیا ـــــ

بڑی بے تابی ہے ـــــ وہ ہتھیلی پر چہرہ ٹکا کر بولا ـــــ

ہونہہ ـــــ بے تابی ہے ـــــ منہ دھو رکھو ـــــ اترانے لگے اب ـــــ

جواب میں مراد نے اس کا منہ چڑایا ـــــ

میں جا رہی ہوں ـــــ

وہ اٹھتے ہوئے بولی ـــــ

پھر کب ملو گی ـــــ اس کے لہجے میں اپنائیت تھی ـــــ

کبھی نہیں ـــــ

اچھا نہ سہی، ہم خود لے آئیں گے ـــــ

دیکھ لیں گے ـــــ وہ زبان نکالتے ہوئے بولی ـــــ

میرا ٹیلی فون نمبر تو تمہارے پاس ہے نا، بتا دینا ـــــ میرا مطلب پروگرام ـــــ

پکچی جلیگی ـــــ

وہ دونوں ساتھ ساتھ گیٹ تک آئے ـــــ

میں چھوڑ آؤں ـــــ؟ ـــــ

تم تو ہمیشہ کیلئے چھوڑ چکے ـــــ وہ اداس ہو گئی ـــ

میں بڑا ڈھیٹ ہوں ـــــ آسانی سے تو نہیں چھوڑ سکتا۔

وہ مسکرا دیا ـــــ

اگلے لمحے دونوں گاڑی میں تھے ـــــ

صائمہ اداس ـــــ اور مراد سوچ میں گم ـــــ

ـــــــــــ

(۱۲)

وقت کا چکر چلتا رہا ——
دو ماہ بیت گئے —— رزلٹ آوٹ —— حالمہ پاس ہوگئی۔
اُسی روز اس نے مُراد کو فون کیا ——
مُراد نے ہی ریسیو کیا ——
ہیلو —— اُس کے ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی ۔
مُراد اسپیکنگ —— وہ متانت سے بولا
آپ کا نام مراد ہے —— وہ آواز بدل کر بولی۔
جی ——
آپ شہزادہ مراد ہیں ——
مطلب کیا ہے آپ کا ——
مطلب تو کچھ نہیں —— میں درصل ہسٹری کی طالبہ ہوں۔ مجھے
پتہ نہیں چل رہا کہ شہزادہ مراد کون سے مغل بادشاہ کا بیٹا تھا ——
فضول باتوں کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے —— وہ سختی سے
بولا۔ ——
ہائے اللہ بتا دیجئے نا ——

میں کہہ رہا ہوں میرے پاس وقت نہیں فضول باتوں کے لئے

تو پھر کام کی باتیں کر لیجئے ——

کہئے —— مراد نے آواز تو پہچان لی تھی مگر وہ بھی اپنا بھرم رکھنے

کے لئے، عجب سے بول رہا تھا ——

بالکل بدھو ہیں آپ —— صائمہ ہنس دی۔

ویسے آپ کو پہچان گیا ہوں —— وہ ہنس پڑا

اچھا مبارک ہو —— فرمایئے کون ہوں میں

آپ وہی ہیں نا —— جن کے وہ کالے سے بھینگے شوہر ہیں، ویسے

آپ بھی تو اپنے شوہر سے چار ہاتھ آگے ہیں —— پھر گلہ کا ہے کا ہے

بہت بدتمیز ہیں آپ —— صائمہ کو غصہ آ گیا۔

اور ہاں وہ آپ کے چھوٹے بچے کا کیا حال ہے اب ——

بے ہودہ ——

ارے آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہیں —— آپ کے شوہر اور آپ

کی بدصورتی میں میرا کیا قصور، ویسے بندہ سلام عرض کرتا ہے۔

میں فون بند کر رہی ہوں —— وہ غصے سے بولی۔

ایسا غضب نہ کیجئے گا۔ ——

کیوں —— ؟

آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے، آواز بہت خوبصورت ہے آپ کی۔

بڑے دل پھینک ہیں —— لڑکی کی آواز سن کر رشید خلطی ہو گئے۔

لڑکی —— وہ حیرت سے بولا

اور ہیلو تم کیا —— ؟

لاحول ولا قوۃ —— خالہ جان محترمہ، آپ کو کیسے یہ خوش فہمی ہوئی۔

کیوں —— آپ نے ہی تو کہا میری آواز خوبصورت ہے ؟

صائمہ گھبرا گئی ——

خوبصورت تو ہے مگر ایسے جیسے پوپلے منہ والی —— ماشاء اللہ عمر آپ کی ساٹھ سے اوپر لگتی ہے ——

وہ ہنس پڑا ——

ارے مراد —— میں صائمہ ہوں —— وہ روہانسی ہو گئی

صائمہ —— وہ حیرت سے بولا

ہاں سچی اللہ کی قسم ——

اے بڑھیا جھوٹ کیوں بولتی ہے —— کہاں صائمہ اور کہاں تو

ارے اللہ مراد —— میں صائمہ ہوں ——

نہیں یہ جھوٹ ہے ——

کیسے سمجھاؤں —— وہ جھلا گئی ——

یہ تو بڑا آسان طریقہ ہے —— تم یہ بتاؤ مراد تمہارا کون لگتا ہے۔

اس کا پہچان سے کیا تعلق —— وہ تیز آواز میں بولی ——

کچھ ہوگا نا —— بتادو وہ کون ہے —— تمہارا کیا لگتا ہے

وہ —— ابھی تو کچھ نہیں لگتا —— وہ شرما گئی

ابھی سے کیا مطلب ——

ابھی تو کچھ نہیں لگتا پھر شاید لگنے لگے —— اس کی آواز جذبات میں ڈوب گئی ——

ارے تم تو واقعی صائمہ ہو —— مراد ہنستے ہوئے بولا۔

جاؤ نہیں بولتی تم سے —— وہ روٹھ گئی۔ ——

یہ اچھی رہی —— تمہیں شاید خبر نہیں ، مجھے دن میں بیسیوں لڑکیاں فون کرتی ہیں اور میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتا کہو تو ——

کون ہیں وہ کٹنیاں —— وہ درمیان میں ہی بول اٹھی۔

جانے کون کون ——

تم نے فون اسی مقصد کے لئے لگوا رکھا ہے —— وہ سب کچھ بھول کر لڑنے لگی ——

ارے تم تو پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتی ہو۔ ——

جاؤ جو مرضی کرو —— مجھے پرواہ تھوڑی ہے —— سارا دن فون پر بیٹھے رہو —— میری بلا سے ——

انہیں میرا کیا قصور —— وہ عاجز آ گیا۔

تم فوراً کیوں نہیں بند کر دیتے ——

اچھا پلیز اب بند کرو یہ لوریتا —— سُنا ہے تم پاس ہو گئی ہو

ہاں —— اور اب ایم اے میں داخلہ لوں گی۔

یہ رہنے کس خوشی میں ——

بس تم یہاں لڑکیوں کے فون سنتے رہو —— میں تو داخلہ لوں گی۔ —— اب کوئی طاقت مجھے نہیں روک سکتی

خبردار —— اللہ کی بندی —— لڑکیوں کو صرف خانہ داری اور بچے پالنا سیکھنا چاہیئے / جس کے گھر جائیں گی وہ اُن سے لڑ بھڑ تھوڑا سنتا رہے گا۔

مراد —— وہ سنجیدہ ہو گئی ——

ہوں ——

تم نے مجھے جھوٹے منہ مبارک باد بھی نہ دی —— اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ——

ارے —— تم کہاں سے بول رہی ہو —— بتاؤ۔

فہمی کے گھر سے —— وہ رو پڑی ——

میں آ جاؤں وہاں ——

آ جاؤ ——

ممی گھر پر نہیں ———

کہیں گئے ہیں ممی اور ڈیڈی ———

تو پھر میں آرہا ہوں ———

اُس نے بسورتے ہوئے فون رکھ دیا ———

حالانکہ وہ اداس ہو گئی مگر وہ چاہ رہا تھا، خوب روئے ———

مراد جو دو دن بعد جانے والا تھا۔ ———

---

(۱۴)

مُراد جب کوٹھی پہنچا تو باہر سلونی سلونی سی شام ڈوب رہی تھی، اور اندر ہلکا سا اندھیرا تیر رہا تھا، وہ اس اندھیرے سے بے نیاز بہت ہی سرشارانہ موڈ میں گنگناتے ہوئے چل رہا تھا... کمرے کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کیلئے رُکا ——— اندر روشنی تھی ——— کوٹھی سنسان تھی ——— کوئی بھی نہیں تھا ———

کچھ سوچے بغیر وہ اندر داخل ہوا، لیکن اس کے قدم جہاں تھے وہیں رُک گئے۔ دل دھڑکنے لگا، نگاہیں سحر زدہ ہوگئیں... سامنے وہ بیٹھی تھی، سوگوار سی — اداس سی ——— سفید ریشمی لباس میں ——— وہ پھول جیسی معلوم ہو رہی تھی، اُس کے بکھرے بکھرے سے بالوں میں وہی حسین اور پر فریب راتیں مچلتی ہوئی نظر آئیں، جن راتوں میں ان کی آرزوؤں نے ایک آئیڈیل محبوبہ کے خواب کو جنم دیا تھا ———

کمرہ گہری خاموشی میں فضا پر اسرار ہو رہا تھا ———

اور کہانی جنم لے رہی تھی ———

معاً خاموشی کو گیت مل گئے اور ساز بج اٹھا ———

رُک کیوں گئے مُراد ——— آؤ نا ———

میں سوچ رہا تھا ـــــــ مراد نے کہتے ہوئے قدم اٹھایا، اس کی چال میں سنجیدگی اور انداز میں خود رفتگی تھی۔

کیا سوچ رہے تھے۔ کرسی سے اٹھتے ہوئے وہ بولی ـــــــ اس کا لہجہ بجھا بجھا سا اور نگاہیں جھکی جھکی تھیں ـــــــ مراد اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اسی کھوئے ہوئے انداز میں بولا ـــــــ

کہانیوں میں پڑھی ہوئی شہزادیوں کی حقیقت بھی ہو سکتی ہے ـــــــ

وہ خاموش رہی ـــــــ

ایک بار پھر سکوت کا جال بچھ گیا ـــــــ نغمے الجھ گئے ـــــــ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں ـــــــ

بیٹھو نا ـــــــ جھکی جھکی نگاہیں اٹھیں، اور اس کی نگاہوں سے الجھ گئیں ان نگاہوں میں تڑپ تھی، درد تھا ـــــــ اور ـــــــ جلن تھی۔

بظاہر وہ خاموش تھی ـــــــ لیکن جیسے کہہ رہی تھیں ـــــــ

مراد ـــــــ نہ جاؤ ـــــــ نہ جاؤ

مراد نے نگاہوں کی زبان کو نہیں سمجھا ـــــــ ان نگاہوں میں الجھ کر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے آزری بت کدے کے تمام بتوں نے آنکھیں کھول دیں، دھڑکنوں کی پیشانی کو الف لیلوی کہانیوں نے چوم لیا ـــــــ حریم ذات کا سارا تقدس لہروں کا دائرہ پھیلاتا گیا، اور پھیلاؤ کی دھیمی دھیمی آنچ اس کی روح میں اترتی گئی وہ اٹھا اور اس کے قریب آ گیا، فاصلوں کو سمٹتے دیر نہ لگی، وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت قریب تھے ـــــــ دل دھڑک رہے تھے ـــــــ صائمہ کی آنکھیں برسنے لگیں۔

صائمی ـــــــ

وہ روتی رہی ـــــــ

یہ آنکھیں آنسو بہانے کے لئے نہیں ـــــــ

یہ آنسو تم دیے کے جا رہے ہو ـــــــ

اس کا انحصار اپنی سوچ پہ ہے، ورنہ انسان کی زندگی ہر چیز سے مرتب ہے
دورہ کرو اب نہ روؤگی ——
آنسو اُس کے رخساروں پر راستہ بناتے ہوئے بہے جارہے تھے ——
پاگل —— وہ ہنس دیا
تم روتی ہوئی اچھی معلوم ہوتی ہو —— یہ آج ہی پتہ چلا۔
وہ خاموش تھی ——
صائمی —— مبارک ہو —— مراد کی آواز جذبات میں ڈوب گئی۔
یہ —— پاس ہونے کی خوشی میں ایک تحفہ —— اُس نے ایک ڈبہ اُس کی طرف بڑھایا ——
یہ کیا ہے —— ؟ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی ——
دیکھ لو —— اس کے لہجے میں دُنیا جہان کا پیار سمٹ آیا۔
کانپتے ہاتھوں —— دھڑکتے دل سے اس نے ڈبہ کھولا —— سونے کی باریک سی چین دل کی صورت کا خوبصورت لاکٹ تھا —— وہ مسکرادی
اس دل کو چیر کر بھی تو دیکھو —— وہ آہستہ سے بولا۔
اس نے لاکٹ کھولا —— مراد کی تصویر تھی اور نیچے لکھا کامیابی مبارک
اُس کے گالوں پہ شفق دوڑ گئی ——
مراد نے لاکٹ اس کے ہاتھوں سے لے لیا، اور اس کی گردن میں پہنا دیا۔
وہ دونوں کتنی ہی دیر ایک دوسرے کو تکتے رہے —— والہانہ نظریں
بے پناہ پیار، زمانے بھر کی چاہت ——
صائمی میرا انتظار کرو گی نا ——
" نہ جاؤ " —— وہ تڑپ اٹھی ——
میں جلدی آؤں گا، ہر روز ایک خط لکھا کروں گا، وہ اس کی ٹھوڑی اُنگلی سے چھوتے ہوئے بولا ——

میں مر جاؤں گی ———

میں تمہیں موت سے بھی چھین لوں گا ———

کیا ضروری ہے جانا ——— وہ پھر لڑنے لگی ———

ڈیڈی کا کاروبار بکھرا پڑا ہے ——— لوگوں نے ان کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر انہیں بڑا دھوکہ دیا ہے ——— وہ سارے بکھیڑے ختم کرنے ہیں ———

تم بڑے تیس مار خاں ہو نا ——— وہ غصے سے بولی ———

مان جاؤ نا ——— اب جاتی مرتبہ رونا مت ——— وہ ہنس دیا ———

وہ پھر رونے لگی ———

ایئرپورٹ پر آؤ نا پرسوں فلائی کرنا ہے مجھے ———

ڈیڈی مراد کو عجیب نظروں سے دیکھتے رہے ——— ممی تو نئے لوگوں سے بھی جلدی فری ہو جایا کرتی تھی ———

کافی دیر تک مراد بیٹھا رہا ——— پھر صائمہ پر پیار بھری نظر ڈالتا ہوا چلا گیا، اس کے جانے کے بعد بھی ڈیڈی کے ساتھ گھر آ گئی، اداس اور غمگین.

———

(۱۴)

ایئرپورٹ پر مراد سیاہ سوٹ میں اسے دور ہی سے نظر آ گیا۔
وہ دھڑکتے دل سے قریب قریب چلی آئی ——— آنکھیں بوجھل بوجھل
چہرہ کملایا ہوا ———
شام کی تاریکیاں امڈ آئی تھیں ——— بسیرا لینے والی چڑیوں نے
شور مچا رکھا تھا، فضا بوجھل سی ہو رہی تھی ———
مراد نے اس کا سر ہاتھ تھام لیا ———
اس نے نظر اٹھائی، جن میں گہری اداسی تھی، بھرائی ہوئی آواز میں کہنے
لگی۔ ———
جاؤ، دفعان ہو جاؤ ——— پھر نہ آنا ——— پتا ہے بیمار
بھی جاؤں ———
وہ مسکرا دیا ———
بڑے خوش ہو ——— اس کی آنکھوں میں آنسو بے تاب تھے ———
وہ ہنس دیا ——— پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولا، جانتی ہو دل میں طوفان
اٹھ رہا ہے۔ ———

ہونہہ ——— ہیجان تو میرے دل میں بپا ہے ——— روح کی وادی تو میری سونی ہو رہی ہے، تمہیں تو خوشی ہے ——— وہ رو پڑی۔

صائمی ——— کیا ہوا جو میں چند روز کے لئے جا رہا ہوں پگلی محبت میں دوری کی اہمیت ہی کب ہے ——— دل کی منزل ایک ہو تو دوری خود بخود سمٹ جاتی ہے، اس نے صائمہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا ——— اس کے آنسو انگلیوں کے پوروں سے سمیٹتا ہوا کہنے لگا مجھے علم ہے میری صائمی مجھے روح کی گہرائیوں سے چاہتی ہے ——— مجھے تم پہ بھروسہ ہے تب ہی تو میں جدائی سے خوف زدہ نہیں ———

جلدی آنا مُراد ——— وہ سسکتی ہوئی بولی ———

بہت جلدی آؤں گا ——— بس وہ گیا اور وہ آیا ——— وہ ہنس دیا ———

جھوٹ ——— مُراد ——— یہ محل جو ہم نے بنایا کہیں ریت کا نہ ہو، وہ گلوگیر آواز میں بولی ———

اگر تم اتنی خوف زدہ ہو تو ——— تو میں نہیں جاتا ———

اسپیکر کی آواز گونجی ——— مسافر جہاز کی طرف جانے لگے ———

مُراد ——— وہ رو پڑی ———

مجھے آج واقعی حیرت ہو رہی ہے ——— تم تو اتنا لڑا کرتی تھیں ——— گولی سے اڑا دینے کی دھمکی دیا کرتی تھیں ——— آج کیا ہو گیا ہے

ہیں تمہیں واقعی گولی مار دوں گی ——— وہ ہچکیوں کے درمیان بولی ———

مُراد ہنس دیا ——— پھر بولا ——— اچھا اب ہنسو نا ——— جاؤ وقت ہو گیا ——— وہ بمشکل بولی۔ ———

خدا حافظ ——— مُراد نے اس کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا

خدا ——— حافظ ——— لفظ ہونٹوں پر کانپ گئے۔
جہاز کی آخری سیڑھی پر اُس نے آخری بار ہاتھ ہلایا ——— جہاز کا دروازہ بند
ہو گیا ——— اور پھر ایک گڑگڑاہٹ ہوئی ———
جہاز نے چکر کاٹا، اور دیکھتے ہی آسمان کی بلندیوں میں پرواز کر گیا ہو ———
اُسے ایسے محسوس ہوا جیسے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا ہو ———
تھکے تھکے قدموں سے وہ واپس لوٹ آئی۔ ———

---

(۱۵)

مُراد کو گئے ایک ماہ ہو گیا تھا۔ اس دوران اس کے تین خط آ چکے تھے
اس نے لکھا تھا کہ اس کے ڈیڈی بیمار ہیں ـــــــ اور کاروبار کو
سمیٹتے اُسے ابھی دیر لگے گی ـــــــ

مُراد کے خطوں میں بے تابی تھی ـــــــ محبت ـــــــ سب
کچھ ہی تھا ـــــــ مگر جانے اُس کا دل کیوں اُداس تھا

ـــــ کئی دن کے بعد وہ ممّی کے ہاں گئی ـــــ ممّی مسز کرامت کے ہاں جانے
والی تھی ـــــ کہنے لگی اچھا ہے تم بھی چلو ـــــ

مگر میرے کپڑے ـــــ

بدل لو ـــــ میرا تمہارا جسم ایک جیسا ہے ـــــ جو ساڑھی
پسند کرو، پہن لو ـــــ

اس نے ممی کی اورنج ساڑھی باندھی ، سیاہ لیس کا بلاؤز تھا ـــــ
ممی پہلے سوئمنگ پول جا رہی تھی ، وہاں تیراکی کا مقابلہ تھا ـــــ
جب وہ وہاں پہنچی تو مقابلہ شروع ہو چکا تھا ، پانی میں تھرکتی ہوئی خوبصورت
جل پریوں کو دیکھ کر محظوظ ہونے والے بہت سے لوگ تھے۔ گوری گوری سبک ٹانگیں

لہروں پر مچل رہی تھیں ۔۔۔

وہ بے خودسی ہوئی دیکھ رہی تھی کہ اس کے قریب ہی سیاہ گاگلز لگائے کوئی آ کھڑا ہوا ۔۔۔

اس نے دیکھا ۔۔۔

وہ ظفر تھا ۔۔۔

ہیلو مس احمد ۔۔۔

ہیلو ۔۔۔

وہ بے دلی سے بولی ۔۔۔

ممی ظفر سے باتیں کرنے لگیں ۔۔۔

پھر وہ تینوں ہی مسز کراؤن کے ہاں چلے آئے ۔۔۔

جہاں ہنسی کے فوارے چھوٹ رہے تھے ۔۔۔

ہیلو صائمہ ۔۔۔ اچھا ہوا تم بھی آ گئیں ۔۔۔ مسز کراؤن

اس سے لپٹ گئیں ۔۔۔

ان کو میں لایا ہوں ۔۔۔

ظفر بولا ۔۔۔

صائمہ کو اس کی بے تکلفی بری لگی ۔۔۔ مگر ممی اسے بڑے پیار سے دیکھ رہی تھیں ۔۔۔ کہنے لگیں ۔۔۔ ظفر بڑا ہینڈسم لڑکا ہے ۔۔۔

ایک نوجوان گٹار پر سیٹمبر کی جانفزا دھن بجانے لگا۔ جوڑے ٹوئیسٹ کرنے لگے۔ ۔۔۔

جب رگوں میں گرم خون رواں ہو اور ماحول رومان پرور ہو تو دل والے جھومنے لگتے ہیں ۔۔۔

صائمہ کو سب کچھ بے طرح بھا گیا ۔۔۔

سونے چاندی کی طرح تابناک سنگ مرمر کی مانند شفاف اور خوبصورت مجسموں کی طرح ترشے ہوئے ٹھگ سڈول جسم ردھم کے مطابق اسٹیپ لے رہے تھے۔ کئی لڑکے ڈربن ہاپ پینٹ میں تھے اور بیشتر لڑکیاں جست پاجامہ اور سکن ٹائٹ شرٹ میں ملبوس تھیں، کچھ ساڑھیاں ——— اور کچھ جین اور نیکلس پہنے ہوئے تھیں ———

صائمہ کے چہرے پر سحر کا عکس تھا، رگ و پے میں اضطرار اور دل میں ولولے جاگ رہے تھے ———

موسیقی کا ارتعاش تھا تو وہ مراد کے لئے دل میں کسک محسوس کرنے لگی، سب کے اصرار پر اس نے غزل سنائی ———

الفاظ کی شوخیاں جذبات میں رس گھولنے لگیں، رنگین مزاجوں نے پھر شور مچایا ———

——— ٹوسٹ کا ایک اور دور ہو جائے

ساز بجنے لگے ——— دھڑکنیں جوان ہو گئیں۔

آیئے مس احمد ——— ظفر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

جاؤ بے بی ——— ممی نے اصرار کیا۔

تب وہ ظفر کے ساتھ جوڑوں میں جوڑا بن گئی ——— ظفر خوش تھا ——— اور وہ محض اُسے ایک ساتھی سمجھ رہی تھی

اُسے لگا جیسے وہ مراد کے ساتھ رقص کر رہی ہو ——— اور اُس کے انداز میں یکایک گرمجوشی آ گئی ———

لیکن ——— لیکن وہ ظفر تھا ——— تب وہ ایکدم باہر نکل آئی۔

(۷۸)

مراد کے خط آتے ــــ وہ جواب دے دیتی ــــ
جب بھی وہ ممی کے ہاں جاتی ظفر موجود ہوتا ــــ چونکہ وہ اکیلی تھی
اداس تھی اس لیے ظفر کا ساتھ اسے برا نہ لگتا۔ ــــ
گھنٹوں وہ دونوں تاش کھیلتے، بحثیں کرتے ــــ باہر چلے جاتے
ظفر اس کی تعریف کرتا تو اسے مراد یاد آجاتا ــــ
وہ بھی تعریف کیا کرتا تھا مگر لڑ جھگڑ کر ــــ پھر وہ ظفر سے جڑ جاتی۔
ظفر اس کی محبت سے حیران تھا ــــ کبھی تو وہ اتنی باتیں کرتی
اتنا ہنستی، اور کبھی منہ بنا کر بیٹھ جاتی ــــ
آج بھی وہ منہ بنا کر بیٹھی تھی ــــ
صائمہ بی ــــ ظفر اب اس کا نام پکارنے لگا تھا ــــ
ہوں ــــ وہ مراد کے خیال سے چونکی ــــ
کہاں ہو ــــ
پاکستان سے باہر ــــ وہ مسکرا دی
چاند کی دنیا میں تو نہیں ــــ ظفر مسکرایا۔

نہیں ـــــــ

آؤ رمی کھیلیں ـــــــ

جی نہیں چاہتا ـــــــ

جی کیا چاہتا ہے ـــــــ وہ چہرہ اس کے قریب لے آیا ـــ

تمہارے ہنے کو ـــــــ

اچھا تو پھر ـــــــ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ وہ اٹھ کر چلی گئی ـــــــ

اُسی لمحے ممی آگئیں ـــــــ سگریٹ ان کے ہاتھ میں تھا۔

کیسے بیٹھے ہو ظفر ـــــــ وہ مسکرائی ـــــــ

مسز احمد ـــــــ وہ کھویا کھویا بولا ـــــــ تمہاری اس کو ٹھی میں کبھی کبھی اچانک بہار آجاتی ہے ـــــ جب خاموش لمحات کا سحر ٹوٹ جاتا ہے، شوخ بال مچلنے لگتے ہیں ـــــ دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، اور جذبات بہکنے لگتے ہیں۔ ـــــــ

ممی قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں ـــــــ کہنے لگیں۔ آج شاعری کے موڈ میں ہو ـــــــ

آپ جانتی ہیں ـــــــ وہ شریر بچے کی طرح مچل گیا

کیا ـــــــ ممی سگریٹ کا دھواں اس کے چہرے پر بکھرتے ہوئے بولی ـــــــ

میں کیا چاہتا ہوں ـــــــ

تمہارا مطلب صائمہ سے ہے ـــــــ

ہاں ـــــــ

مگر تمہارے لئے تو حسین لڑکیوں کی کمی نہیں ـــــــ

صائمہ سے کوئی حسین نہیں ـــــــ اس کی آنکھوں میں خمار آگیا۔

اچھا ——— ممی مسکرائیں

ہاں وہ ایک البیلا نغمہ ہے جو دل کی عمیق گہرائیوں میں اتر کر جذبات کو تسکین عطا کرتا ہے اُس کی پرکشش شخصیت میں شبنم جیسی ٹھنڈک ہے۔

تو بات کروں اس کے ڈیڈی سے ——— ممی بولیں

ڈیڈی سے بات ——— وہ کیوں ——— وہ حیرت سے بولا

شادی کے لئے ———

اوہ مسٹر احمد، آپ بھی کتنی بھولی ہیں ——— ایسی لڑکیاں شادی کے لئے نہیں ہوتیں ———

کیا مطلب ———؟

شادی کے بعد وہ مجھے ذرا اچھی نہیں لگے گی، مجھے اس سے پیار ہے۔

مسٹر بر ——— ممی ہنسنے لگیں ———

مسز احمد ——— وہ حسن و عشق کے سانچے میں ڈھلی ہوئی قیامت سرو جیسا قد ——— بل کھاتی ہوئی کالی زلفیں ——— لبوں پر شگفتہ مسکراہٹیں ——— گلاب سے گلابی رُخسار ——— مخمور آنکھیں، اور بھرے جسم پر انگڑائیاں لیتا ہوا الھڑ شباب ——— وہ آنکھیں بند کئے ہوئے کہتا جا رہا تھا ——— اور ممی ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھیں

آپ ہنس رہی ہیں ——— ہماری جان پر بنی ہے ——— کچھ کیجئے ما

وہ جھلا گیا۔ ———

میں کیا کروں ———

کوئی ترکیب ———

میں کیا ترکیب کروں، تم خود اس سے کہہ دو ——— وہ تمہارے ساتھ بیٹھتی ہے، باتیں کرتی ہے ——— باہر جاتی ہے، ممی نے اسے سمجھایا۔

میں نے کئی بار کوشش کی ہے مگر وہ مجھے پتھر معلوم ہوتی ہے۔

پھر کوشش کرو ـــــــ
آپ کی مدد درکار ہے ـــــــ
کیسی مدد ـــــــ
جیسی میں کہوں ـــــــ وقت آئے گا بتا دوں گا۔
ٹھیک ہے میں ہر مدد کروں گی ـــــــ ممی کا سوتیلا پن رنگ دکھانے لگا ـــــــ
تو پھر وعدہ رہا نا ـــــــ
وعدہ ـــــــ
آپ کا وہ اولڈ مین ـــــــ ظفر نے خدشہ ظاہر کیا
وہ میرے ہاتھ میں اُس کی فکر نہ کرو ـــــــ
یو آر گریٹ ـــــــ ظفر خوشی سے ہاتھ دبا کر بولا ـــــــ
شریر ـــــــ
ممی کمرے میں چلی گئیں ـــــــ صائمہ ڈیڈی کے ساتھ گھر چلی گئی۔ ـــــــ
اور ظفر شراب کی بوتلوں سے دل بہلانے لگا ـــــــ
اس کے سامنے صائمہ تھی ـــــــ صائمہ کی قیامت خیز ادائیں تھیں ـــــــ اُس کا حُسن تھا ـــــــ
اور وہ بھوکا تھا ـــــــ

ـــــــ

(١٧)

سائمہ باجی اور وقار آئے ہوئے تھے ——
رضیہ بیگم سائمہ کی گرتی ہوئی صحت سے پریشان تھیں، کہنے لگیں ——
وقار اسے ابھی ہسپتال داخل کرادو ——
جیسے آپ کہیں —— وقار بولے۔ ——
نہیں امی —— آپ کو تو یونہی وہم ہے، میں اچھی بھلی تو ہوں ——
سائمہ نے شوہر کی طرف شرماتی ہوئی نظروں سے دیکھا ——
صائمہ کہاں ہے —— وقار نے پوچھا ——
وہ —— وہ ہوگی اپنی ممی کے ساتھ —— رضیہ بیگم کی آواز بھرا گئی ——
آپ ناراض جو رہتی اُس سے —— سائمہ نے کہا۔
مگر اس کا دل نہیں لگتا —— رضیہ بیگم بولیں
وقار خاموش بیٹھے رہے —— اُن کے چہرے پر ہمیشہ ایک پیاری سی مسکراہٹ رہتی —— سائمہ کی اور ان کی جوڑی بھی خوب تھی
سائمہ کو کبھی ان سے شکایت نہیں ہوئی تھی ——

اُسی لمحے صائمہ آ گئی ____ اُداس اداس ____ کھوئی کھوئی

آداب باجی ____ آداب پروفیسر صاحب ____

صائمہ انھیں دیکھ کر گھبراسی گئی ____

جیتی رہو ____ وقار بولے ____

کہاں تھیں بنّو ____ سائمہ پیار سے بولی۔

ایک سہیلی کے ہاں گئی تھی ____

امی اس کی شادی کردو ____ وقار مسکرا کر بولے ____

صائمہ صرف ایک نظر دیکھ کر رہ گئی ____

بہت پیارا دولہا ____ جیسے میری صائمہ ہے،

سائمہ ہنستے ہوئے بولی ____

میں تو داخلہ لے رہی ہوں ____ صائمہ آہستہ سے ہنسی

بہت اچھا خیال ہے ____ وقار بولے۔

باجی بڑی کمزور لگ رہی ہیں آپ ____ صائمہ بولی۔

تم آکر رہو نا چند دن، بہن کی خدمت کرو ____ وقار بولے۔

اپنے نصیب کہاں ____ سائمہ ہنس کر بولی۔

باجی آپ مجھے جانے کیا سمجھتی ہیں ____ خدا کی قسم کبھی جان کی بھی ضرورت پڑی تو دریغ نہیں کروں گی ____ صائمہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

ارے تم تو رونے لگیں، پگلی بہن ____ سائلہ نے اسے گلے لگا لیا۔

میں کپڑے بدل لوں ____ صائمہ آنکھیں پلّو سے خشک کرتے ہوئے بولی۔ اور کمرے میں چلی گئی ____

اسے کیا ہو گیا ہے ____ سائلہ بولی ____

بس چند دن سے ایسی ہو گئی ہے ____ کوئی بات کرو تو رونے لگتی ہے ____ رضیہ بیگم بولیں ____

اسی لئے تو کہتا ہوں شادی کر دو ـــــــ وقار بیوی کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے بولے ـــــــ

تم ہی کہیں دیکھو نا کوئی لڑکا ـــــــ

ہاں سچ کہیں بات کر دینی چاہئیے ـــــــ سائرہ بولی۔

وقار خاموش تھے ـــــــ

کیوں بیٹا ـــــــ

ہاں، ہاں دیکھوں گا ـــــــ سوچتا ہوں، صائمہ کے معیار پر کوئی پورا اترے تب نا ـــــــ

اُس کے معیار کا کیا ہے ـــــــ شریف ہو ـــــــ خاندان اچھا ہو ـــــــ اور کھاتا پیتا ہو، ٹھیک ہے

بچے صائمہ کو گھیر کر لے آئے ـــــــ

خالہ جانی کو ہم ساتھ لے جائیں گے ـــــــ رانو بولی۔

اچھا بھئی چلوں گی ـــــــ چلوں گی ـــــــ یہ پروفیسر صاحب کے بچے بھی بڑے گھنے ہیں، اپنے والدِ محترم کی طرح ـــــــ صائمہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

سب ہنس پڑے ـــــــ

رات سائرہ اور وقار چلے گئے ـــــــ صائمہ نے ماں کے گلے میں باہیں ڈال دیں ـــــــ آج وہ کئی روز سے روٹھی ہوئی تھی نا ـــــــ

---

(۱۸)

شراب سے بھرا ہوا آدھا گلاس چمک رہا تھا، اور ظفر کی سلجھی ہوئی آنکھوں سے اب سُرخی اُبل رہی تھی ——— ماتھے کی شکنوں میں پسینے کے قطرے اُبھر اُبھر کر رک گئے تھے، پھیلے ہوئے چہرے پر دہشت کی چمک تھی۔ ———

اندر کے دروازے کے پھولدار پردے پر سرسراہٹ ہوئی ——— ممی چوروں کی طرح قدم رکھتی ہوئی ظفر کے قریب آ گئی ———

آ گئی صائمہ ——— ظفر نے پوچھا ———

نہیں ——— ابھی آ جائے گی ——— مگر

وہ سب ٹھیک ہے میں نے روپیہ نکلوا لیا ہے ———

مگر ہے کہاں ——— ممی بولیں ———

گھبراتی کیوں ہو ——— مل جائے گا، تمہارا بڈھا کہاں ہے۔

وہ آج باہر گیا ہے ——— کل واپس آئے گا۔ ———

ٹھیک ہے ——— اسی لمحے صائمہ آ گئی ——— آسمانی کپڑوں میں مسکراتی ہنستی ——— تازہ خوشبو کی ہلکی سی لہر اس کے دماغ کو معطر کرنے لگی۔ ———

ظفر کو ڈرنک کرتے دیکھ کر اس نے ماتھا چڑھا لیا۔ بولی۔
ممی ڈیڈی کہاں ہیں
وہ بھی یہیں ہیں، ذرا باہر گئے ہیں ممی ہنستے بولیں۔
مکاروں سی ہنسی۔
تو پھر میں جاتی ہوں
میرے ڈرنک کرنے سے شاید آپ بُرا مناتی ہیں ظفر لڑکھڑاتے
ہوئے اٹھا۔
ممی باہر نکل گئیں
تم کتنی خوبصورت ہو صائمہ وہ اس کے قریب
صوفے پر بیٹھ گیا۔
ظفر صاحب ہوش میں رہیئے صائمہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔
اس کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا
میں تم پر مرتا ہوں صائمہ صائمہ میرے دل میں آگ سلگ رہی
آگ وہ اس پر جھپٹتے ہوئے بولا
ہے
ظفر صائمہ نے اسے تھپڑ مار دیا۔
وہ ہنستے ہوئے اسے دبوچنے کے لئے آگے بڑھا اور پھر اس نے
صائمہ کو زبردستی اپنی باہوں میں جکڑ لیا اس کی تیز تیز چلتی ہوئی شراب
کی بو سے بھری ہوئی سانسیں صائمہ کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ ہاتھ
پاؤں مار رہی تھی
ظفر کمینے، ذلیل، چھوڑ دو مجھے ممی وہ چیخی
خوبصورت بلا آج تمہیں کوئی نہیں بچائے گا
ڈیڈی نہیں آئے گا۔
ممی نہیں آئے گی
صائمہ نے پورا زور لگا کر اسے پرے دھکیل دیا، اور خود دروازے کی

کی دروازے بڑھی، مگر اس سے پہلے دروازہ کسی نے باہر سے بند کر دیا ——— وہ گھبرا کر دروازہ پیٹنے لگی ———

کیوں شور کرتی ہو ——— آؤ زندگی انجوائے کرو ——— وہ پھر اس کی طرف بڑھا ——— میں اکیلا سالگ رہا ہوں

ہٹ جاؤ ——— کمینے ذلیل ——— اس کے بال بکھر گئے۔ کپڑے پھٹنے لگے ——— ظفر نے اسے دبوچ لیا، وہ اُس سے گتھم گتھا تھی، اور وہ تھک گئی تھی.... چیخ رہی تھی، مگر اپنے آپ کو بچا رہی تھی ———

ڈیڈی ——— وہ زور سے چیخی

مر گیا تمہارا ڈیڈی ——— ظفر غصے سے بولا

اُسی لمحے دروازہ کھلا ———

ڈیڈی دروازے میں کھڑے تھے ———

ڈیڈی ——— وہ دوڑ کر باپ سے لپٹ گئی،

ڈیڈی کی آنکھیں الاؤ کی طرح دہک رہی تھیں ——— چہرے پر وحشت پھیلی ہوئی تھی ——— وہ ظفر کی طرف بڑھے ———

کمینے، بدمعاش ——— میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا ——— میں تمہارا گلہ گھونٹ دوں گا ——— اُن کے ہاتھ ظفر کی گردن کی طرف بڑھے

اس سے پہلے کہ وہ ظفر کی گردن دبوچتے، ظفر نے ان کی گردن اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنی ساری طاقت لگا دی ———

اگلے لمحے ڈیڈی کی آنکھیں باہر نکل آئیں ——— صائمہ ایک زوردار چیخ مارتے ہوئے باپ پر گر پڑی۔ ———

وہ چیخ رہی تھی ——— رو رہی تھی ——— تڑپ رہی تھی

ظفر یہ منظر دیکھ کر بھاگ آگیا ———

ممی آگئیں، صائمہ کے ساتھ وہ بھی رونے لگیں ———

کہرام مچ گیا ــــــ پولیس آگئی ــــــ رضیہ بیگم بھی سن کر آگئیں ــــــ صائمہ کی حالت دیکھ کر وہ گم سم ہوگئیں ــــــ پولیس والے پوچھ گچھ کرنے کے بعد چلے گئے، لاش رضیہ بیگم کے دکان پر پہنچادی گئی ــــــ

جتنے منہ اتنی باتیں ــــــ کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ ــــــ صائمہ تو بے ہوش ہوگئی تھی ــــــ غم زدہ سائکہ بھی آئی ہوئی تھی ڈیڈی کے ملنے والے سب ہی تھے ــــــ تجہیز و تکفین کے بعد ڈیڈی کو دفن کردیا گیا ــــــ

رضیہ بیگم سے لوگ پوچھتے ــــــ صائمہ کی عزت تو بچ گئی نا نوان کا جی چاہتا کہ وہ خود بھی کچھ کھالیں ــــــ

ممی شام کو اپنے گھر چلی گئیں ــــــ

سائکہ اور وقار چپ چپ تھے ــــــ

صائمہ کو جب بھی ہوش آتا ــــــ وہ ڈیڈی ڈیڈی چیخنے لگتی میرے ڈیڈی ــــــ میرے ڈیڈی ــــــ پھر وہ زور زور سے رونے لگتی ــــــ

سارا گھر ماتم میں ڈوبا ہوا تھا ــــــ

---

(۱۹)

رات تاریک تھی، آسمان پر اکا دکا ستارے جگ مگا رہے تھے۔

اور صائمہ کی آنکھوں میں ان گنت تارے جھلملا رہے تھے، کتنے دن سے اس کی آنکھوں نے مسکرانا چھوڑ دیا تھا..... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہنسی سے کبھی اُس کی شناسائی ہی نہیں تھی۔ ——

رضیہ بیگم کو تین دن سے بخار تھا، وہ انھیں دوا پلا کر ابھی ابھی اپنے بستر پر آئی تھی، اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا —— اُسے ایسا لگتا تھا جیسے ڈیڈی سے اس کی زندگی کا گہرا ناطہ ہے، وہ ٹوٹا تو وہ خود بھی ٹوٹ کر رہ گئی ——

ظفر گرفتار ہو گیا تھا ——

اس کے بارے میں تو وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی، ڈیڈی کے ساتھ ہی اس کے سارے ولولے سو گئے تھے ——

ڈیڈی کی موت کے ساتھ ہی امیدوں، آرزوؤں اور بھروسوں کے سارے چراغ بجھ گئے۔ ——

ہر جگہ اسی اسی بات کا چرچا تھا ——

اخباروں میں طرح طرح کے من گھڑت قصے چھپنے لگے۔ آج ہی صبح اُس نے

ایک اخبار دیکھا، بڑے حرفوں میں لکھا تھا ——
"بیٹی کے آشنا نے باپ کو قتل کر دیا ——
وہ تڑپ کر رہ گئی ——
وہ میرا آشنا کب تھا —————— اس نے ماں سے روتے ہوئے کہا

—————
مجھے تو کچھ علم ہی نہیں ہے ————— میں کیا جانوں۔ کیا بات تھی
رضیہ بیگم تڑپ کر بولیں ——
تب اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ——
رضیہ بیگم کا لہجہ بھی سرد تھا ——— جو کچھ بھی، جیسا بھی تھا، اس کا شوہر تھا، اس کا سہاگ تھا، اور وہ یوں بیٹی پر قربان ہو گیا تھا۔ یہ ہی سوچ سوچ کر رضیہ بیگم کے دل پر چوٹ سی لگتی ——
دوپہر میں ایک عورت تعزیت کے لئے آئی تھی، دونوں ماں بیٹی کے دل کے زخموں پر مزید نمک پاشی کر گئی ——— کہنے لگی توبہ توبہ اسی لئے تو کہتے ہیں لڑکیوں کو آزادی نہیں دینی چاہیئے ..... اب نہ جانے لڑکی باپ کی موت کا باعث بنی اور بدنامی الگ۔
سارا دن آنے والے دونوں ماں بیٹیوں کے دل پر چرکے لگاتے ——— تب وہ برستی ہوئی آنکھوں کو ماں کے سینے سے لگا دیتی ..... شدت غم سے اس کا جسم لرزتا رہتا، اور ماں کا دل نہ پسیجتا ——
ابھی ابھی وہ دوا پلا کر دکھی سی اپنے کمرے میں آگئی، کیا سے کیا ہو گیا تھا، میرا جرم کیا تھا جس کی مجھے اتنی بڑی سزا ملی ———
بھیگی ہوئی آنکھوں میں مراد کا چہرہ پھر گیا ——— مراد تم کہاں ہو دیکھو تو یہی تمہاری صالحہ پر کیا بیت رہی ہے ——— اس سے سب لوگ نفرت کرتے ہیں ——— تم تو نفرت نہیں کرو گے ——— تمہیں بھی نفرت ہو گی جب اخباروں میں پڑھو گے، تم بھی مجھے قصور وار ٹھہراؤ گے، اندھیرا گہرا ہو گیا، آہ اندھیرے میں ابھر رہی تھی ———

(۲۰)

اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا ـــــ لیکن ـــــ
آج اُسے بیان دینے عدالت جانا تھا۔ اس کے ساتھ جو کچھ بیتا تھا اس نے کہہ دیا اور تھکے تھکے قدموں سے گھر آگئی ـــ
وقار اس کے ساتھ تھے ـــ
کہنے لگے۔ ـــــ
جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب تم خوش رہا کرو ـــــ
پروفیسر صاحب ـــــ اس کی آنکھیں چھلک آئیں
درد میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگی ـــــ
ماں مجھ سے بہت کم بات کرتی ہے ـــــ میرا کوئی قصور نہیں پروفیسر صاحب ـــــ اللہ قسم میرا کوئی قصور نہیں ہے ـــــ قصور ہے تو صرف اتنا کہ رنگ و نور کی اس دنیا کو پسند کرتی تھی ... جس میں ڈیڈی اور ممی رہتے تھے مگر ـــــ مگر ـــــ
حوصلہ رکھو ـــــ میں خالہ جان کو سمجھاؤں گا ـــــ پگلی لڑکی ـــــ زندگی میں ایسا ہوتا رہتا ہے ـــــ حالات سے لڑنا چاہیئے ـــــ
لوگ مجھ سے نفرت کیوں کرتے ہیں ؟ ـــــ

سب ٹھیک ہو جائے گا، مگر تم ہمت کرو گی تو
میں مر جاؤں گی پروفیسر صاحب ــــــ
ہشت ــــــ
سائلہ مرگئی ــــــ دروازے پر کسی نے زور سے کہا
سائلہ مرگئی وقار صاحب ــــــ کسی نے کہا
کیسے ــــــ وہ زور سے چیخا
اور صائمہ تو بھاگتی ہوئی کمرے میں پہنچی ــــــ لوگوں کا کہا سچ تھا،
رضیہ بیگم کا چہرہ ہلدی کی طرح پیلا تھا ــــــ اُن کی آنکھوں میں
آنسو بھی نہیں تھے ــــــ
وقار تو دیوار سے لگے خاموش کھڑے تھے ــــــ
یہ جھوٹ ہے ــــــ یہ جھوٹ ہے ــــــ صائمہ چیخی
صبر کرو بیٹی ــــــ چند دن میں کیا سے کیا ہو گیا ہے ــــــ
مَنّا ہوا ہے ــــــ اور ساتھ ہی سائلہ نے ایک ہچکی لی ــــــ
ایک عورت نے بتایا ــــــ
باجی ــــــ اس کی آواز دلوں کو چیر گئی ــــــ
پروفیسر صاحب ــــــ یہ کیا ہو رہا ہے ــــــ یہ کیا ہو رہا
ہے ــــــ اُس نے چارپائی سے ٹکریں مار مار کر سر لہولہان کر لیا ــــــ
اور پھر ــــــ سائلہ بھی اپنے ڈیڈی کے پاس پہنچ گئی، جھکی جھکی آنکھوں
والی لڑکی ــــــ شوہر کی پیاری بیوی ــــــ باپ کی سادہ بیٹی،
اور ماں کی غمگسار بیٹی ــــــ اور صائمہ کی چہیتی باجی ــــــ
صائمہ بچوں کو گلے لگا لگا کر روتی، رانو اور ہیو حیران تھے، سہمے سہمے تھے، مَنّے
کی کسی کو خبر نہیں تھی۔ ــــــ
ایسا منحوس بچہ ایک عورت بولی تو صائمہ نے دوڑ کر ایک دن کے

منّے کو سینے سے لگا لیا ــــــــــــ

میرا حاجی سا بیٹا ــــــــــــ

وقار خاموش تھے ، مگر ان کا چہرہ اُجڑا اجڑا تھا ــــــــ

صائمہ ان کی طرف دیکھتی تو اس کا دل ڈوب جاتا ــــــــ رضیہ بیگم بے چاری تو مریضہ تھیں ــــــــ

یوں لگتا تھا ، جیسے اُن کے جسم کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا تھا ... زرد زرد سی چار پائی پر پڑی تھیں ــــــ بار بار یہی کہتیں ــــــ میری غمگسار بیٹی تجھے کس کی نظر لگ گئی ــــــــ

گھر ویران تھا ــــــــ

لوگ چلے گئے ، تو وقار نے اندر آ کر بچوں کو لپٹا کر رو پڑے ــــــ میں تمہاری امّی کو کہاں سے لاؤں گا ــــــــ

صائمہ نے بچوں کو سینے سے لگا لیا ــــــــ

---

(۲۱)

امی بھی تمہارا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا ـــــ رضیہ بیگم مراد کا خط پڑھ کر صائمہ کو بد دعائیں دینے لگیں ــــــ

کیا ہوا امی ــــــ وہ رانو کو کھانا کھلا رہی تھی

یہ کس مراد کا خط ہے ــــــ ؟

رضیہ بیگم بے بسی سے بولیں ـــــ

مُراد ـــــ وہ ـــــ وہ ـــــ صائمہ کچھ بھی نہ کہہ سکی. ـــــ

تجھے یہ پتا اب کیا چاہتی ہے تو ـــــــ رضیہ بیگم غصے سے لرز رہی تھیں ـــــــ

امی ہیں ـــــــ ہیں ـــــــ

کمبخت، ـــ اب تو کچھ نہیں ـــــــ اب تو کچھ بھی نہیں رہا

یہ محبت نامے کس کے ہیں ــــــ کون ہے وہ ـــــ ؟

صائمہ چپ چاپ بیٹھی رہی ـــــ اُسے تو بچوں سے فرصت ہی نہ ملتی تھی.

ڈاکیہ خط دے گیا، اور رضیہ بیگم نے پڑھ لیا. ـــــ

وہ اُٹھ کر اندر چلی گئی ـــــــ منا رو رہا تھا، اس نے اس کا دودھ
بنایا، ساتھ ساتھ اُس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ ـــــــ
وقار آ گئے ـــــــ
کہنے لگے ـــــــ
تم پر بہت بوجھ ہے ـــــــ میں بچوں کے لئے کوئی آیا رکھ رہا ہوں
تم رو رہی ہو صائمہ۔ ـــــــ تمہارا مجھ پر بڑا احسان ہے
تم نے میرے بچوں کو ـــــــ
پروفیسر صاحب ـــــــ ایسا نہ کہیے ـــــــ ہیں ـــــــ
ہیں کوئی کبھی نہیں ـــــــ میرا خیال نہ کیا کریں آپ ـــــــ
کہ خالہ جان کے رویے سے پریشان ہو ـــــــ معلوم نہیں خالہ
جان کو کیا ہو گیا ہے ـــــــ کئی بار انہیں سمجھا رہا ہے، مگر اُن کے دل سے بات
نکلتی ہی نہیں ـــــــ
راشو آ گئی ـــــــ
امی کب آئیں گی ابو ـــــــ
جلدی آئیں گی بیٹی ـــــــ
وقار نے اسے سینے سے لگا لیا ـــــــ
میں امی کے پاس جاؤں گی ـــــــ
لے چلیں گے بیٹی ـــــــ
وقار بولے ـــــــ
صائمہ بچوں کے کپڑے بدلوانے لگی ـــــــ شام کو انہیں
لیکر قبرستان گئی ـــــــ
اس کا دل بھر آیا ـــــــ
ڈیڈی مجھے بھی پاس بلا لو ـــــــ

آپ بھی کتنے عجیب ہیں ڈیڈی ـــــــــ پیار تو مجھ سے کرتے تھے اور بلا باجی کو لیا ـــــــــ

مجھے بھی بلا لو ڈیڈی ـــــــــ

وہ روتی رہی اور بچے حیران اُسے دیکھتے رہے ـــــــ

جب وہ واپس آ رہی تھی، اس نے دیکھا، وقار آ رہے تھے۔۔۔۔ تب وہ اکٹھے ہی گھر واپس آ گئے۔ ـــــــــ

---

(۲۲)

سائرہ کے انتقال کو تین ماہ گزر چکے تھے ــــــــ

وقار اس عرصے میں کھوئے کھوئے سے رہے ــــــــ رضیہ بیگم بالکل چارپائی سے ہی لگ گئیں .... اور صائمہ کے لئے یہ تین ماہ جن کے طویل شب و روز اور شام و سحر کے جاں گسل لمحے وہ شمار کرنے سے قاصر تھی .... اُسے تو اب اپنا آپ ایک ایسی کالی اور لمبی رات معلوم ہوتا تھا جس کی تقدیر میں سحر لکھی ہی نہ گئی تھی ــــــــ

طرح طرح کے خیالات آتے تو اس کا دل سہم جاتا اور ساری ساری رات وہ ان یادوں کی پرچھائیوں کے پیچھے دوڑتی گزار دیتی جن کا اب کوئی وجود نہ تھا۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ اُسے محرومی کا شدید اور تلخ احساس بخشے دے دیتا ــــــــ

مراد کی جدائی کے گہرے اذیت ناک احساس کا کہیں کوئی مداوا نظر نہیں آتا تھا منا اُس کے ساتھ ہی سویا ہوا تھا۔ رانی اور بہو دوسرے پلنگ پر تھے۔ اُسے رات کئی کئی بار اٹھنا پڑتا ــــــــ

رات کی تاریکی تھی .... ایسا لگتا تھا جیسے ساری کائنات کسی گہرے غم میں سوگوار ہے .... نیند اس کی آنکھوں سے روٹھ گئی .... شمع پگھل رہی تھی ــــــــ

وہ آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔ اچانک کمرے میں آہٹ ہوئی۔ پھر کوئی اُس کے

قریب تھا، وہ سہم گئی..... پھر کوئی جھک گیا..... اُسے سانس کی گرمی اپنے رخسار کے قریب لگی ——

کون —— وہ ڈری ہوئی آواز میں بولی ——

میں ہوں وقار —— گمبھیر آواز اُبھری ——

کیا بات ہے —— وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ——

وہ منے کو بخار تھا نا —— چین نہیں آتا..... وہ منے پر جھک گئے ..... پھر کہنے لگے ——

تم سوئی نہیں ——

نیند نہیں آئی ——

تھک جاتی ہو نا —— وقار کی ہنسی کھوکھلی تھی،

وہ خاموش رہی ——

صائمہ —— انسان کتنا مجبور ہے —— یہاں —— مرنا کتنا آسان اور جینا کتنا مشکل ہے ——

وقار کے لہجے میں کا دکھ اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا ——

پروفیسر صاحب —— آپ —— آپ شادی کر لیں ——

وہ رُکتے ہوئے بولی ——

نہیں صائمہ نہیں —— ایسا ممکن نہیں ——

کیوں ——

ایسا میں نے کبھی سوچا بھی نہیں ——

ضرورت یہی ہے —— اور ضرورت انسان سے سب کچھ کرواتی ہے۔ پروفیسر صاحب۔ وہ نرمی سے بولی ——

صائمہ یہ معصوم تباہ ہو جائیں گے —— کوئی ان سے پیار نہیں کرے گا —— ——

یہاں صائمہ بھی لاجواب ہو گئی ـــــــــ

وقار بہت زیادہ جذباتی ہو رہے تھے ـــــــــ

تم سو جاؤ صائمہ ـــــــ تھک گئی ہو نا ـــــــ کہتے ہوئے وہ واپس چلے گئے ـــــــ

منّا اٹھا پھر اُس نے سونے کا نام نہ لیا ـــــــ اسی طرح صبح ہو گئی

ناشتہ بنانے کے لئے وہ باورچی خانے میں آئی، دیکھا وقار کھڑے تھے چہرہ مرجھایا ہوا، آنکھیں سُرخ ـــــــ

آپ جاگ گئے آپ ـــــــ صائمہ کے لہجے میں ہمدردی تھی ـــــــ

ہاں ـــــــ

"آپ چلیے، میں بنا کر لاتی ہوں ـــــــ

جب وہ چائے لے کر اُن کے کمرے میں گئی تو وہ خاموش بیٹھے تھے۔

چند لمحے یوں ہی گذر گئے ـــــــ

کیا سوچ رہی ہو ـــــــ وقار اُسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے ـــــــ

وہ چونک سی گئی۔ ـــــــ

اداس معلوم ہوتی ہو۔

نہیں تو ـــــــ اس نے مسکرانے کی کوشش کی ـــــــ

وہ خود اُن کی چائے بنانے لگی... وقار اُس کی نقل و حرکت کا بغور جائزہ لے رہے تھے ـــــــ

وہ جانے کے لئے اُٹھی تو وقار نے اُسے روک لیا، پھر قدرے جھجکتے ہوئے کہنے لگے ـــــــ

صائمہ ـــــــ ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں ـــــــ

جی ـــــــ وہ سراپا حیرت بن گئی ـــــــ

نہ ——— مراد کہاں ہے ———

مجھے علم نہیں ——— وہ نظریں جھکائے ہوئے بولی ———

اچھا لڑکا تھا ——— اگر یہاں ہوتا تو ——— انھوں نے بات ادھوری چھوڑ دی ———

میں جاؤں شاید منّا رو رہا ہے ——— وہ چلی گئی ———

تو وقار سوچ میں پھر اُلجھ گئے ———

انھیں کالج میں ہمیشہ صائمہ کے ساتھ مراد نظر آتا۔۔۔ اُن کا خیال تھا کہ صائمہ مُراد کی طرف سے زیادہ پریشان ہے ——— مگر صائمہ کے جواب سے ان کا خیال بدل گیا ——— وہ یہی سمجھے کہ باپ والے حادثہ کا صائمہ نے گہرا اثر لیا ہے ہمیشہ لڑنے جھگڑنے والی زندہ دل لڑکی ——— چند دن میں کیا ہو گئی تھی، تب وہ رضیہ بیگم کے پاس چلے آئے ———

بیٹے مجھے اپنی زندگی کی کوئی امید نہیں اب ——— مگر صائمہ کا کیا ہو گا ———

آپ اچھی ہو جائیں گی امّی ———

اس کا غم مجھے کھائے جا رہا ہے ——— اس کا کوئی نہیں —

پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ اب بھی صائمہ سے گلہ ہے ——— وقار بولے۔

نہیں بیٹے ——— وہ واقعی بے گناہ ہے ——— آدھی بھی نہیں رہی میری بچی ——— رضیہ بیگم سوکھے سوکھے ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولیں ———

سوچتا کہ کوئی آیا مل جائے تو صائمہ کے بوجھ میں کچھ تو کمی ہو ———

میں اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں ——— جلدی ——— اپنی زندگی میں ———

میں کسی سے بات کرتا ہوں ——— وقار بولے ———

کسی سے بات ـــــ رضیہ بیگم سوچ میں پڑ گئیں ـــــ

ہاں ـــــ

میں چاہتی ہوں ـــــ میں چاہتی ہوں وقار ـــــ صائمہ میری سائرہ کی جگہ لے لے ـــــ

امی ـــــ وقار چونک پڑے۔ ـــــ

ہاں وقار ـــــ میں صائمہ کی شادی تمہارے ساتھ کرنا چاہتی ہوں

مگر امی ـــــ نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ وقار گھبرا گئے ـــــ

کیوں نہیں ہو سکتا ـــــ اس طرح بچے بھی برباد نہ ہوں گے ـــــ

رضیہ بیگم کی آنکھیں چھلک آئیں ـــــ کہنے لگیں... میری سائرہ کے بچے۔ مگر ـــــ اگر صائمہ کو اس سے اختلاف ہو گا ـــــ وہ کھوئے کھوئے سے بولے۔ ـــــ

میں اُسے سمجھاؤں گی ـــــ وہ میری بات ٹالے گی نہیں ـــــ

امی ـــــ اس پر جبر نہ کرنا ـــــ اگر وہ بخوشی راضی ہو جائیں تو پھر ـــــ وقار آہستہ سے بولے ـــــ

"تم فکر مند کیوں ہو ـــــ میں اُس سے پوچھوں گی ـــــ اسے سمجھاؤں گی ـــــ

آپ کی مرضی ـــــ

وہ کھوکھلی ہنسی ہنستے ہوئے بولے ـــــ

میرے بیٹے ـــــ رضیہ بیگم نے اپنا سوکھا سا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا ـــــ

وقار اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ـــــ

اور رضیہ بیگم مطمئن ہو گئیں ـــــ صائمہ کے لئے وہ بڑی پریشان تھیں، اب قدرے اُن کی پریشانی دور ہو گئی تھی ـــــ

رضیہ بیگم نے جب صائمہ سے بات کی تو جیسے زلزلہ آگیا ـــــ اُس کے دماغ میں اتنے دن سے جو لاوا پک رہا تھا ـــــ ایک دم وہ پھٹ پڑا ـــــ

یہ نہیں ہو سکتا ـــــ یہ نہیں ہو گا ـــــ وہ چیختے ہوئے بولی ـــــ

مگر کیوں ـــــ ؟

ماں کی لرزتی ہوئی آواز سُنائی دی ـــــ

بس کہہ دیا ـــــ میں پروفیسر صاحب سے شادی نہیں کروں گی۔

وہ رونے لگی ـــــ

بیٹی سوچو تو سہی ـــــ یہ ننھے ننھے بچے تباہ و برباد ہو جائیں گے ـــــ

رضیہ بیگم دکھی آواز میں بولیں ـــــ

میں کیا کروں امّی ـــــ میں کیا کروں ـــــ

وقار آخر کبھی نہ کبھی تو شادی کرے گا ـــ اور سوتیلی ماں ان بچوں کو پیار نہیں دے سکے گی .... سائلہ کی روح تڑپتی رہے گی ـــــ

میں ایسا نہیں کر سکتی ـــــ یہ میرا فیصلہ ہے ـــــ

مگر کیوں ـــــ ؟

بس کہہ دیا ـــــ اُس کی پرانی ضد عود کر آئی ـــــ

میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ـــــ زندگی کیسے گزارو نگی

ـــــ ماں ڈری ہوئی سہمی ہوئی سہمی ہوئی تھی ـــــ

میرا گلا گھونٹ دو ـــــ مگر ـــــ مگر میں وقار سے شادی کر کے زندہ درگور نہیں ہونا چاہتی، مجھے ایک بار مار دو ـــ میں روز روز مرنا نہیں چاہتی

ـــــ وہ ہچکیاں لیتے ہوئے ماں کے گلے لگ گئی ـــــ

میری بچی ـــــــ میری لاڈلی .... ماں نے اُسے سینے سے لگالیا اور سمیران کی آنکھوں میں طغیانی آگئی ... یوں جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا ہو وہ تیز تیز ہچکیاں لے رہی تھیں جیسے کوئی دم توڑتا مریض ـــــــ

اُس کے بعد رضیہ بیگم کو چپ لگ گئی ــــ ونار کسی کورس کے لئے چند دن کے لئے باہر چلے گئے تھے۔ ـــــــ

صائمہ بچوں میں لگی رہتی ـــــــ جب رضیہ بیگم کے پاس آتی تو وہ چپ پڑی رہتیں ـــــــ

ادھر چند دن سے مراد کے خط بھی نہیں آرہے تھے ـــــــ وہ خود تو ان دنوں اُسے کوئی خط نہ لکھ سکی تھی ـــــــ بس زندگی یوں ہی گذر رہی تھی ـــــ

---

(۲۳)

فائزہ ماں کی چارپائی پر ہاتھ رکھے مغموم اور سوگوار صورت بنائے چپ چاپ کھڑی تھی، اس کی بڑی بڑی آنکھوں والی سیاہ پتلیوں پر بادل سے چھائے ہوئے تھے۔ اندر ہی اندر آنسوؤں کا سیلاب یوں مچل رہا تھا جیسے سمندر میں جوار بھاٹا آنے والا ہو ــــــ شانوں پر بکھرے سنہری بال لہرا رہے تھے ــــــ ان کے درمیان اس کا زرد چہرہ یوں لگ رہا تھا جیسے ریگستان میں چاند ــــــ

ــــــ رضیہ بیگم نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھیں۔ ــــــ
وقار ڈاکٹر کے ساتھ ابھی ابھی باہر گئے تھے۔۔۔ اور صائمہ کے سینے میں جوالا سی دہک رہی تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آس پاس کی عمارتیں زمین پر لیٹتی لمبی لمبی سڑکیں اس آگ میں پگھل جائیں گی۔ ــــــ

نانی اماں کو کیا ہوا ہے ــــــ ہیّو گینہ پکڑے ہوئے آگیا ــــــ

جاؤ شور نہ کرو ــــــ وقار کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے

پھر صائمہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگے ــــــ

"اب کیسی طبیعت ہے ــــــ

دیکھ تو رہے ہیں آپ ــــــ صائمہ نے نہایت روکھے بلکہ تند اور

کھردرے لہجے میں جواب دیا ـــــــ

وقار کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے ـــــــ پھر بولے

صائمہ بچوں کے کپڑے سمیٹ دینا... میں صبح انھیں گاؤں بھجوا دوں گا۔

کیوں ـــــــ صائمہ تیز آواز میں بولی ـــــــ

میں محسوس کرتا ہوں خالہ جان کی بیماری کی وجہ سے بھی تم پر کافی بوجھ ہے۔

ادھر منا بیمار ہے ـــــــ

رضیہ بیگم نے آنکھیں کھولیں ـــــــ جلتی ہوئی آنکھیں ـــــــ اور دو گرم گرم آنسو مرجھائے ہوئے گالوں پر ڈھلک کر تکیے میں جذب ہو گئے۔ ـــــــ

پروفیسر صاحب ـــــــ آپ کس کو بدل رہے ہیں ـــــــ وہ چیخ پڑی ـــــــ

صائمہ ـــــــ وقار تڑپ گئے ـــــــ

بیٹیا ـــــــ بچوں کو لے جاؤ ـــــــ انھیں گاؤں چھوڑ آؤ میں چند دن کی مہمان ہوں اب ـــــــ یہ بدنصیب جانے کہاں جائے گی۔ ـــــــ کیا ہوگا اس کا ـــــــ

رضیہ بیگم نقاہت سے بول رہی تھی، ان کی آنکھوں میں اب آنسو بھی جیسے ختم ہو گئے تھے ـــــــ

ـــــــ صائمی ـــــــ رضیہ بیگم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ـــــــ میری بچی ـــــــ مجھے معاف کر دینا، میں نے تمھیں بہت تنگ کیا ہے ـــــــ

امی ـــــــ وہ سسک پڑی ـــــــ

میرا کہا مان لو ـــــــ کہاں کہاں ٹھوکریں کھاؤ گی۔ ـــــــ وقار بہت اچھا ہے ـــــــ

امی ـــــــ وہ رونے لگی۔ ـــــــ

میں چین سے مرسکوں گی ـــــ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو ـــــ تو میری روح بے چین رہے گی ـــــ

امّی ـــــ وہ بے چین ہو گئی۔ ـــــ

تمہارے فیصلے سے بچے بھی تباہ ہونے سے بچ جائیں گے ان کا سانس دھونکنی کی طرح تیز چلنے لگا۔۔۔۔ اپنے آپ پر بمشکل قابو پاتے ہوئے وہ آہستہ سے بولیں۔

سوچو نہیں ـــــ بس ہاں کہہ دو ـــــ

امّی ـــــ وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔ ـــــ اگر آپ یہی چاہتی ہیں تو کر لیجئے۔۔۔ آپ کی خوشی پوری ہو جائے ـــــ میں چاہے سکھی رہوں یا دکھی۔ ـــــ

تم دکھی نہیں رہو گی ـــــ تمہیں وقار سے شکایت نہیں رہو گی۔ ـــــ

تو میں وقار سے کہہ دوں ـــــ

آپ کی مرضی ـــــ وہ ماں کے سینے میں چہرہ چھپا کر سسکنے لگی۔

ماں نے اُس کا ماتھا چوم لیا ـــــ میری رانی بیٹی تم نے سب کو بچا لیا انشاء اللہ تو سُکھی رہے گی۔ ـــــ

وہ دیر تک روتی رہی ـــــ وقار آئے تو وہ اٹھ کر چلی گئی ـــــ

شادی کی تیاری کرو بیٹے ـــــ رضیہ بیگم بولیں۔ ـــــ

صائمہ خوش نہیں ہے خالہ ـــــ ایسا نہیں کرنا چاہیئے ـــــ وقار آہستہ سے بولے۔ ـــــ

وہ بچی ہے ـــــ اُس میں ابھی سمجھ کہاں ـــــ اگر یہ شادی نہ ہوئی تب وہ ضرور برباد ہو جائے گی ـــــ وقار بیٹے ـــــ

اُسے سنبھال لو ـــــ آہستہ آہستہ اس کا دل لگ جائے گا ـــــ

زیادہ باتیں کرنے سے رضیہ بیگم نڈھال سی ہو گئیں۔ ـــــ

مگر ـــــ مگر خالہ جان ـــــ

اب کچھ بھی نہ کہو بیٹے ——— تیاری کرو ——— چند لوگوں کو
بلوالو ——— اور میری صائمہ کے لئے کپڑے بھی تو بنواؤ۔ ——— زیور
بھی ———
وقار خاموش ہو گئے ———
سوچو نہیں، جاؤ ——— تم تیاری کرو ———
اور میں خدا سے اپنی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں ——— تاکہ میں اپنی
بچی کو سہاگن دیکھ لوں ——— جاؤ وقار دیر نہ کرو ——— رضیہ بیگم کا سانس
تیزی سے چلنے لگا۔ ———
اور وقار تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل گئے ———
——— صائمہ کی آنکھیں لال بوٹی کی مانند ہو رہی تھیں ——— وہ تڑپ رہی
تھی، مراد کہاں ہو تم ——— کہاں ہو ———؟
———

۱۴

نکاح ہو گیا ـــــــ نخوڑے سے لوگ ـــــــ
صائمہ اندر بیٹھی تھی ـــــــ بالکل گم صم ـــــــ
رضیہ بیگم کی دو چار ملنے والی بھی تھیں ـــــــ ایک کہنے لگی ـــــــ
صائمہ کو نکاح کا جوڑا تو پہنادو ـــــــ
تم ہی جاؤ بہن ـــــــ رضیہ بیگم آج مطمئن تھیں، اپنے
زیور کے ڈبے دیتے ہوئے کہنے لگیں ـــــــ
عورت جب صائمہ کے پاس کپڑے اور زیورات لے گئی تو وہ خاموش بیٹھی
چھت کو گھور رہی تھی ـــــــ
بیٹی پہن لو ـــــــ
نہیں خالہ ـــــــ میں نہیں پہنوں گی
کیوں ـــــــ عورت نے حیرت سے کہا ـــــــ
خالہ میرے ڈیڈی اور بہن کا انتقال ہوئے ابھی چند ماہ بھی نہیں گذرے
وہ رو پڑی ـــــــ
یہاں کون سے باجے بج رہے ہیں .... تمہاری ماں کی خوشی یہی ہے ـــــــ وہ

تمہیں دلہن بنا دیکھنا چاہتی ہیں ـــــــ لو بہن لو میری اچھی بیٹی ـــــــ
صائمہ نے کپڑے پہنے ـــ زیور پہنا اور عورتیں اُسے اپنے ساتھ
رضیہ بیگم کے پاس لے گئیں ـــــــ

رضیہ بیگم کی آنکھوں میں چمک آگئی.... ساتھ ساتھ آنسو بھی ـــــــ
ارے مجھے بتاؤ میں اپنے چاند کی بلائیں لے لوں ـــــــ
صائمہ نظریں جھکائے ماں کے پاس بیٹھ گئی.... اُس کی آنکھوں میں اب
آنسو نہیں تھے مگر دنیا کی جہان کی مایوسیاں تھیں ـــــــ درد تھا ـــــــ
حسرتیں تھیں ـــــــ

دیکھو میری بچی کتنی پیاری لگ رہی ہے ـــــــ ذرا کالا ٹیکہ لگا دینا
کہیں نظر نہ لگ جائے ـــــــ رضیہ بیگم خوشی سے پاگل ہو رہی تھیں ـ
ارے کوئی وقار کو بلاؤ ـــــــ

ایک عورت وقار کو بلا لائی ـــــــ وقار اندر آئے ـــــــ رضیہ
بیگم نے انھیں سینے سے لگالیا ـــــــ سکھی رہو ـــــــ
وقار نے ایک نظر صائمہ پر ڈالی ـــــــ وہ نظریں جھکائے بیٹھی
تھی ـــــــ

کچھ دیر وہ بیٹھے رہے ـــــــ پھر باہر چلے گئے ـــــــ
صائمہ بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی ـــــــ بے اختیار آئینے کے
سامنے جا کھڑی ہوئی ـــــــ دلہن ـــــــ ایسی دلہن ـــــــ
جس کی شادی میں نہ سہاگ کے گیت گائے گئے ـــــــ نہ ڈھولک بجی ـــــــ
نہ شہنائیاں بجیں، نہ آتش بازی اور نہ رنگ برنگے پھولوں کی بہار ـــــــ
لیکن شادی ہو گئی ـــــــ
وہ دلہن بھی بن گئی ـــــــ
اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا. آج ایک لمحہ اس کی تقدیر کا رخ پھیر گیا تھا

شادی کا لمحہ ——— تقدیر کا آخری فیصلہ ———

اور وہ مجبور ہو گئی ———

یہ مانگ میں پھیلی ہوئی افشاں ——— اُسے بجلی کی کاٹ لگی ———

ہاتھوں کی چوڑیاں اُسے لوہے کی ہتھکڑیاں لگ رہی تھیں ——— اُس کے

جسم پر لپٹا ہوا زریں لباس ——— اُسے کفن لگ رہا تھا ———

اور خوشبو سے معطر منڈلانے والے جھونکے اُسے اپنی بربادی کے بادل لگ

رہے تھے جو اس پر ٹوٹ پڑے تھے ———

وہ سوچنے لگی۔ ———

یہ پھول ——— یہ پھول نہیں ——— یہ کانٹے ہیں ——— یہ

کانٹے ہیں ———

خالہ جانی ——— آپ نے اتنے اچھے کپڑے کیوں پہنے ہیں رانو اس کی

ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ ———

رانو ——— خالہ جانی دلہن بنی ہیں نا ابو کہہ رہے تھے اب خالہ جانی

کو خالہ امی کہا کرو ——— ہیّو نے اُسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ———

میں بھی دلہن بنوں گی ——— رانو مچل گئی ———

آج اُسے بچوں کی باتیں بھی اچھی نہیں لگ رہی تھیں ———

رات گئے تک وہ ماں کا سر دباتی رہی ——— آج اُنھیں سکون تھا

——— پیار سے کہنے لگیں ——— جاؤ بیٹی اب تھک گئی ہوگی ———

نہیں امی ———

جاؤ نا ——— اور ہاں بچوں کا پلنگ میرے کمرے میں

ڈال دو ——— بابا سے کہو ———

وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی ——— دیکھا وقار بیٹھے تھے ———

وہ دروازہ پر ہی رُک گئی ———

صائمہ ——— آؤ نا ——— وہ مسکرا کر بولے۔
مگر وہ وہیں کھڑی رہی ——— تب وہ اٹھ کر اس کے قریب آ گئے
اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں ———
صائمہ تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے ——— وہ آہستہ سے بولے ———
تب انہوں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ——— آؤ
وہ منّا ——— صائمہ کے لب ہلے
منّا سو گیا ہے ——— وقار مسکرائے
نہیں ——— وہ بمشکل بولی ———
سچ ——— میں ابھی دیکھ کر آ رہا ہوں۔
اُسے دودھ پلانا ہے ابھی ——— کہتے ہوئے وہ دوسری طرف چلی گئی۔

وقار وہیں بیٹھے سگریٹ پھونکتے رہے ——— کافی دیر گزر گئی۔
صائمہ نہیں آئی تو اٹھ کر دوسرے کمرے میں آئے ———
دیکھا صائمہ سو رہی تھی ——— اس کے پہلو میں منّا تھا:
سوتی ہوئی صائمہ بڑی اچھی لگ رہی تھی ——— اس کے پہلو میں منّا تھا ———
سوتی ہوئی صائمہ بڑی اچھی لگ رہی تھی ——— کتنی دیر کھڑے دیکھتے رہے ——— قریب آئے ——— صائمہ کے ماتھے پر بالوں کی لٹ جھول رہی تھی ——— وقار نے آہستہ سے اُسے پرے ہٹایا، کچھ دیر دیکھتے رہے ———
اور پھر باہر نکل آئے، صائمہ اندر سو رہی تھی .... اور وقار اپنے کمرے میں جاگ رہے تھے ——— اور رات بیت رہی تھی ———

رات ـــــــــــ
سیاہ اور تاریک تھی ـــــــــــ اُداس اور خاموش، افسردہ اور
طویل رات ـــــــــــ
اِدھر رضیہ بیگم کے مرجھائے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی... زرد زرد
آنکھوں میں چمک آگئی تھی ـــــــــــ
ببو اور رانو اُن کی چارپائی پر بیٹھے کہانی سُن رہے تھے ـــــــــــ
وہی ہزاروں، لاکھوں برس پرانی کہانی ـــــــــــ
انسان کے گناہوں کی طرح کبھی نہ ختم ہونے والی کہانی ـــــــــــ ہمیشہ زندہ
رہنے والی کہانی ـــــــــــ
رضیہ بیگم ماضی کی کہانی میں کھوئی بچوں کو بہلا رہی تھیں .... اب تو وہ
ماضی خاک تھا ـــ بیتے دنوں کی سرد راکھ، پلکوں پر اٹا ہوا گرد و غبار اور رضیہ بیگم کے
سوکھے بالوں میں الجھی ہوئی دھول۔ ـــــــــــ
ہاں تو پھر یوں ہوا ـــــــــــ
ہاں تو پھر یوں ہوا ـــــــــــ
رضیہ بیگم کی آواز کانپ گئی ـــــــــــ ان کی آواز ڈوبنے لگی۔
اور اگلے لمحے وہ بالکل خاموش ہو چکی تھیں ـــــــــــ اُن کی سوکھی
سوکھی باہوں میں زندگی کی کوئی لہر نہیں تھی۔ ـــــــــــ کہانی مر گئی تھی
نانی اماں ـــــــــــ بس کہانی ختم ہو گئی ـــــــــــ ببو نیند کے ہلکورے
لیتے ہوئے بولا ـــــــــــ
ہاں ببو کہانی ختم ہو گئی ـــــــــــ رانو وہیں لیٹ گئی ـــــــــــ
نانی اماں ـــــــــــ آپ سو گئیں ـــــــــــ ببو رضیہ بیگم
پر جھک گیا ـــــــــــ
ببو ـــــــــــ شور نہ کرو ـــــــــــ نانی اماں کو سو جانے دو

سو جانے دو ——————

بہو اور رالو وہیں سو گئے ——————

باہر رات بیت رہی تھی ——————

خاموش اور افسردہ، اداس طویل رات ——————

سیاہ اور تاریک ——————

——————

(۲۵)

صائمہ ——— بیٹی صائمہ ——— بوڑھا نوکر چلایا ———
وہ منے کے دودھ کی بوتل پکڑے باورچی خانے کی طرف جا رہی تھی۔
بیگم صاحبہ ——— اللہ کو پیاری ہو گئیں ———
اُس کے ہاتھ بوتل چھوٹ کر گر پڑی ——— دماغ سنسنانے لگا...
اُسے ایسا لگا جیسے اُس کے پیروں نیچے زمین نہیں ——— اور سر پر سے چھت اڑ گئی ہو ———
وہ گرتی پڑتی ماں کے کمرے میں پہنچی ———
بیگم کا چہرہ بالکل سفید ہو چکا تھا ——— قریب ہی رانو سو رہی تھی۔ ببّو سہما بیٹھا تھا۔ ———
امّی ——— وہ اُن پر گر پڑی ———
آپ بھی چھوڑ گئیں ——— امی ——— وہ سسک پڑی ———
درو دیوار سوگوار تھے ——— کمرے کی آنکھیں نم تھیں ——— اور صائمہ کی ہچکیاں پھیلی ہوئی تھیں ———
دو چار بھی آ گئے ——— خاموش سے کھڑے تھے، جیسے مجرم ہوں

اس بھیگے بھیگے سے غمزدہ ماحول میں انھوں نے صائمہ کو اٹھایا ——— ۔

صائمہ ———

اس نے کندھے جھٹکے دیئے ——— یہ آواز نہ تھی ——— ہتھوڑے کی شدید ضرب تھی جس نے اس کا دل ریزہ ریزہ کر دیا تھا ——— وہ سسک اٹھی تھی، اس نے ——— آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا ——— اور وقار کی طرف دیکھا ——— جیسے اس کا ابھی گلا گھونٹ دے گی جیسے ابھی اس پر جھپٹ پڑے گی ———

اور وقار کو اس کا چہرہ یوں لگا ——— جیسے گلاب اپنی بہار میں مرجھا گیا ہو ———

وہ تڑپ تڑپ کر رونے لگی ——— لوگ اکٹھے ہو گئے تھے ——— محلے والیاں آ گئیں ——— کونے کھدروں سے نکل نکل کر عورتیں آنے لگیں، ہر ایک اسے لپٹ لپٹ کر تسلیاں دے رہی تھی ———

وقار باہر چلے گئے ——— اور پھر رضیہ بیگم بھی چھوڑ کر چلی گئیں۔

گھر پھر ابر خیاتھا۔ ———

———

(۲۶)

کئی دن گذر گئے ــــــ خاموش، خاموش ــــــ سوگ میں
ڈوبے ہوئے ــــــــ
صائمہ کو چپ سی لگ گئی تھی ــــــ
اب تو اسے بچوں کا بھی ہوش نہیں تھا ــــــ بوڑھا ملازم سارا دن
روتے بلکتے منّے کو سنبھالتا رہتا ــــــ
وہ خاموش کمرے میں پڑی رہتی ــــــ وقار جب بھی اس کے قریب
آتے ــــــ وہ رونے لگتی ــــــ انھوں نے کئی مرتبہ کوشش
کی کہ وہ صائمہ کو دو لفظ تسلّی کے ہی کہہ دیں ــــــ مگر صائمہ کا رویّہ
ایسا تھا ــــــ کہ وہ ہمت نہ پاتے تھے ــــــ
دن ڈھل رہا تھا ــــــ
وہ کمرے میں پڑی تھی ــــــ کپڑے میلے ہو رہے تھے، بال بکھرے ہوئے
تھے ــــــ چہرے پر آنسوؤں کے نشان تھے ــــــ آنکھوں کے گرد
حلقے پڑ گئے تھے ــــــ
وقار کتنی دیر سے دیکھ رہے تھے ــــــ

صائمہ نے ان کی طرف دیکھا ــــــ دونوں کی نظریں الجھ گئیں۔
وقار کی نظروں میں وہی پیار تھا ــــــ
صائمہ کے چہرے پر سُرخی سی آ گئی ــــــ اور یہ سُرخی وقار کو غم کے
کے گرداب سے چھڑا کر سکون کے ساحل پر پہنچا رہی تھی ــــــ اُس کے وجود
میں کتنی ٹھنڈک ــــــ اور کتنا سکون تھا ــــــ
صائمہ ــــــ وہ اس کے قریب آ بیٹھے ــــــ
وہ سمٹ گئی ــــــ
کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے ــــــ انہوں نے اُس کا سرد ہاتھ
تھام لیا ــــــ
وہ کچھ نہ بولی ــــــ
بھول جاؤ صائمہ ــــــ بھول جاؤ غموں کو ــــــ آج سے
نئی زندگی کا آغاز کرو ــــــ مجھے تم کبھی بھی بُرا نہ پاؤ گی ــــــ تم
تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے ــــــ میں تمہاری راہوں کے
سارے کانٹے اپنی آنکھوں سے چن لوں گا ــــــ
پروفیسر صاحب ــــــ وہ سسک پڑی ــــــ
پگلی لڑکی ــــــ اب تو مجھے وقار کہو ــــــ وہ مسکرا دیئے۔
اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھاتے ہوئے بولے ــــــ سائکہ مجھ سے
بچھڑ گئی ــــــ اگر تم بھی کھو گئیں تو میں ساری زندگی تڑپتا رہوں گا۔
تڑپ ــــــ جستجو ــــــ تنہائی اور سلگتے کانپتے خیال
کے سائے میں زندگی جانے مجھے کس رنگ میں ڈھالے گی ــــــ وقار کو اپنا سینہ بوجھل
سا معلوم ہونے لگا ــــــ انہوں نے سگریٹ سلگا لیا ــــــ
مگر ــــــ مگر ــــــ وہ ہچکی لیتے ہوئے کچھ بولنا چاہتی
تھی ــــــ لیکن اس کی آواز دب گئی ــــــ

میں جانتا ہوں صائمہ ——— میں جانتا ہوں ——— تم جو کچھ
کہنا چاہتی ہو مجھے بہت ہے مگر ——— ہر آرزو کی تکمیل ہی زندگی نہیں
کچھ تمناؤں کی موت بھی زندگی ہے ——— تم ——
تم سب کچھ بھول جاؤ ——— تم اپنے سارے غم مجھے دیدو ———
وقار کے لہجے کی اپنائیت نے اسے ہراساں کر دیا۔ ———
صائمہ ——— وقار نے اس کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا ———
صائمہ کو یوں لگا ——— جیسے اس کے ہاتھ پر انگارہ رکھ دیا ہو
پروفیسر صاحب ——— مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے ——— وہ گھبرا کر
کھڑی ہو گئی ———
وقار کی آنکھوں کی چمک ایکدم بجھ گئی ——— پھیکے سے لہجہ میں کہنے
لگے ——— مگر میں تم سے صرف یہ چاہوں گا کہ خوش رہا کرو ——
تمہیں اس طرح دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے ———
——— وہ اٹھ کر باہر چلی گئی ——— اس نے پروفیسر کا کہا مان لیا ———
حالات سے سمجھوتہ کر لیا ——— تینوں بچوں کو نہلایا ——— ان کے کپڑے
بدلے ———
وقار کا کمرہ ٹھیک کیا ———
سارے گھر میں صفائی کی ——— خود نہا کر کپڑے بدلے تو اسے وہ
والی صائمہ یاد آگئی ——— جو پانی میں خوشبوئیں ڈال کر نہایا کرتی تھی
جو کئی کئی گھنٹے اپنی مساج میں لگا دیا کرتی تھی جو نت نئے فیشن کے رسالے خریدا
کرتی اور ان پر عمل کیا کرتی ——— اور آج یہ صائمہ ——— جو آج کئی روز
بعد نہائی تھی ——— کئی روز بعد کپڑے بدلے تھے ———

(۲۷)

منّا گھنٹے سے رو رہا تھا ——— وہ کام میں لگی ہوئی تھی ——— بیٹی اسے لو یہ چپ نہیں ہوتا ——— بابا اسے بہلاتے بہلاتے تنگ آ گیا تھا ——— مرتا بھی نہیں ——— صائمہ جھلاتے ہوئے اٹھی ——— اور منے کے گالوں پر تھپڑ جڑ دیا ——— کم بختوں نے میری زندگی اجیرن کر دی ہے ——— وہ غصّے سے بولی۔ ——— منا صائمہ کے پاس آتے ہی چپ ہو گیا ——— وقار کمرے میں بیٹھے سب کچھ سن رہے تھے ——— مگر انھوں نے دخل دینا مناسب نہ سمجھا ——— صائمہ کے جو منہ میں آیا کہتی رہی ——— اب وہ سارا دن لڑتی جھگڑتی رہتی ——— بچوں کو پیٹتی۔ مگر وقار خاموش تھے ——— وہ صائمہ کو بے قصور سمجھتے تھے ——— ان کے خیال میں صائمہ کو ایک دم پریشانیوں نے ہراساں کر دیا تھا ———

وہ اب بھی اُسے میٹھی نظروں سے دیکھتے ــــــ صائمہ گھبرا جاتی ــــ
اُس کی یہ ہی گھبراہٹ وقار کو تسلیاں دیتی ــــــ انھیں لگتا جیسے
ایک دن صائمہ خود ہی اُس کے سینے سے لگ جائے گی ــــــ اُس سے
کہدے گی ــــــ وقار مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے ــــــ ــــــ
ــــ مگر صائمہ کچھ اور ہی سوچتی ان دنوں ــــــ
برسوں دبی خواہش پھر سر اٹھانے لگی تھی ــــ کلب ــــ رنگینیاں
رنگ و نور میں ڈوبی ہوئی حسین راتیں ــــ اور مراد ــــــ
ــــ اس روز مُراد کا خط آیا ــــــ اس نے لکھا تھا کہ وہ کچھ عرصے میں واپس
آجائے گی اُس کے خط میں وہی پیار ــــــ وہی محبت ــــــ وہی زندگی کی
باتیں تھیں ــــ جن کی صائمہ پیاسی تھی ــــــ
اس نے مراد کے خط کا جواب نہیں دیا ــــــ
اس لیئے کہ وہ ضمیر کی چبھن سے پریشان تھی ــــــ
کبھی اُس کا دل کچھ کہتا کبھی کچھ ــــــ
وہ اس وقت کو پچھتاتی جب اس نے ماں کا کہا مان لیا تھا ــــ ماں نے
تو مرنا ہی تھا مر جاتی ــــــ وہ کیوں اتنی جذباتی ہوگئی تھی کہ اپنی زندگی
برباد کر بیٹھی ــــــ
کسی کسی وقت وقار کی میٹھی نظریں اس کے دل میں چُبھتی ہوئی محسوس ہوتیں
عجیب حالت تھی ان دنوں ــــــ
منے کو اُس نے مارا تھا۔ اور اب خود ہی اسے چوم رہی تھی ــــــ
وقار باہر آئے تو کہنے لگے۔ ــــــ
میں نے آج منے کو مارا ہے ــــــ
وہ ہنس پڑے کہنے لگے ــــــ بڑا تنگ کرتا ہے تمہیں ــــــ
جی ــــــ وہ حیران رہ گئی ــــــ اُسے توقع کچھ اور تھی لیکن جواب

کچھ طا۔ ________

صائمہ ____ بڑی اچھی پکچر لگی ہے ____ تم کہو تو چلیں

وقار بولے۔ ________

آپ پکچر بھی دیکھتے ہیں ________ صائمہ کے لہجے میں چھپا طعن وقار
کے جذبات مجروح کر گیا ________

دُکھی سی مسکراہٹ اُن کے لبوں پر پھیل گئی۔ بولے ________

انسان تو ہوں ________

ہاں یہ تو بھول ہی گئی ہیں ________ وہ ہنستے ہوئے ہنسنے کو سانے
کے لئے اُس کے ساتھ ہی لیٹ گئی ________

تو پھر چلیں ________

وقار آہستہ سے بولے۔ ________

میں صرف زندگی گزار رہی ہوں ____ سمجھ گئے نا آپ ________

صائمہ بولی ________

معافی چاہتا ہوں ____ وقار کا چہرہ اُداس ہو گیا ________
مجھے شرمندہ نہ کیا کریں وقار صاحب ____ آپ عمر میں مجھ سے بہت
بڑے ہیں معافی کا لفظ کچھ زیب نہیں دیتا ____ اس نے ایک تیر
اور چھوڑا ________

اوہ ____ ہاں ____ وہ جلدی سے باہر نکل
گئے ________

تب جیسے کسی نے اُسے کہا ____ وقار کو کیوں نشانہ بناتی ہو ____
مگر ____

مگر ایسا کرنے سے اس کی انا کو تسکین ملتی ____ وقار کا دل
دکھا کر اُسے چین آجاتا ________

وہ تو تھی ہی ایسی لڑکی ـــــ بچپن میں ضدّی ـــــ جو اپنے کھلونے توڑ دیا کرتی تھی ـــــ جوان ہوئی تو ماں سے لڑا کرتی تھی ـــــ نشین اور مغربیت کی دلدادہ ـــــ اُس نے کبھی بھی تو ماں کی پرواہ نہیں کی اور پھر اب وہ کیسے چپ رہتی ـــــ اپنی زندگی کی محرومیوں کا بدلہ وہ وقار سے نہیں لے گی تو کس سے لے گی ـــــ

(۲۸)

صائمہ ـــــ یہ بچوں کے کپڑے ـــــ اور یہ ساڑھی میں اپنی پسند سے تمہارے لئے لایا ہوں ـــــ وقار کے چہرے پر خوشی تھی۔ ـــــ

بچوں کے کپڑے تو ٹھیک ہے ـــــ میرے لئے آپ تکلیف نہ کیا کریں ـــــ اس کا ماتھا چڑھ گیا ـــــ

کیوں ـــــ وقار نے بڑی اپنائیت سے سوال کیا ـــــ

میری مرضی ـــــ

کچھ میری مرضی بھی تو ہے ـــــ وقار کی آنکھیں جذبات کا بے قرار سمندر تھیں ـــــ

مجھے اس کی پرواہ نہیں ـــــ

صائمہ ـــــ

وہ خاموش رہی۔ ـــــ

صائمہ ـــــ میرا قصور کیا ہے۔ ـــــ

سارا قصور میرا ہے ـــــ آپ تو بالکل بے قصور ہیں ـــــ وہ

اٹھ کر باہر نکل گئی ـــــــ

بستر پر پڑا ساڑھی کا پیکٹ وقار پہ ہنس رہا تھا ـــــــ

کتنے چاؤ ـــ کتنے ارمان ـــــــ کتنی تمنا سے آج اس نے یہ

یہ ساڑھی خریدی تھی ـــــــ

وہ بے دل ہو کر باہر نکل آئے ـــــــ

کھانا کھا لیجئے ـــــــ صائمہ نے کھانا میز پر لگا دیا

تم بھی آؤ ـــــــ

میں کھا چکی ـــــــ وہ سرد لہجے میں بولی۔

تب انہیں سائرہ یاد آگئی ـ وہ کیا کرتی تھی ـــــــ وقار جلدی آیا

کرو ـــــــ تمہارے بغیر مجھ سے کچھ بھی نہیں ہوتا ـــــــ جب تک

وہ نہ آتے وہ بھوکی بیٹھی رہتی ـــــــ

ایک سرد آہ بھر کر وہ کھانا کھانے لگے ـــــــ نمک بہت تیز تھا۔

مگر وہ کھاتے رہے۔ ـــــــ

آج نمک کچھ تیز ہو گیا ـــــــ صائمہ آہستہ سے بولی ـــــــ

آں ـــــــ نہیں نہیں ٹھیک ہے ـــــــ وقار چونک

کر بولے ـــــــ

صائمہ کو جیسے پھر شکست ہو گئی ـ ـــــــ

ـــــــ

(۲۹)

سانو کو کئی روز سے بخار تھا ـــــ پپو کو کھانسی کی شکایت تھی اور منے کا پیٹ خراب ـــــ صائمہ کا پارہ ہائی تھا ـــــ

رفتار اندر بیٹھے رانو کو دوا پلا رہے تھے ـــــ اور باہر وہ منے کے کپڑے بدلتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ ـــــ

زندگی تباہ ہوگئی میری۔ ـــــ

حالات سے سمجھوتہ کرلو بیٹیا ـــــ بوڑھا نوکر برتن صاف کرتے سر اٹھاکر بولا۔ ـــــ

کیسے حالات ـــــ وہ تیز آواز میں بولی ـــــ

یہی ـــــ

قید خانہ ہے یہ ـــــ میں تو بس ان سب کی خدمت گذار ہوں ـــــ غصے سے اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا ـــــ

جس طرح تم نے قربانی دی ہے اللہ تمہیں اس کا صلہ ضرور دے گا۔ بیٹیا بوڑھا اُسے ہر وقت سمجھانے کی کوشش کیا کرتا ـــــ

یہ مل رہا ہے نا صلہ ـــــ صائمہ منے کو ایک طرف پٹختے ہوئے

صائمہ ـــــــ وقار باہر آکر بولے۔ ـــــ

اُس نے ایک نظر اٹھا کر دیکھا جیسے کھا جائے گی ـــــــ

آیا جائے گی ـــــ میں نے کسی سے بات کی ہے ـــــ

وقار آہستہ سے بولے۔ ـــــــ

وہ غصے سے بل کھاتی ہوئی باورچی خانے میں چلی گئی ـــــــ

اور وقار اپنے کمرے میں سگریٹ پھونکنے لگے ـــــ جس دن سے صائمہ سے شادی ہوئی تھی وہ زیادہ ہی پریشان تھے ـــــ ان دونوں میں بہت زیادہ فاصلہ تھا ـــــ حالانکہ وہ میاں بیوی تھے ـــــ مگر صائمہ ایک دن بھی اُن کے پاس نہ بیٹھی تھی بلکہ جس وقت بھی موقع ملتا طنز کرتی رہتی ـــــ

وہ خاموش تھے ـــــ اس وقت انھیں ایک عظیم مصنف کی کہی ہوئی بات میں کتنی صداقت معلوم ہوئی ـــــ اس نے لکھا تھا ـــــ پیار کے روپ ہزار ـــــ انھیں صائمہ کی اتنی نفرت، اتنی بیزاری اور اتنے لڑائی جھگڑوں کے باوجود اُس سے پیار ہو گیا تھا ـــــ جب وہ بچوں کو مارتی پیٹتی ـــــ تو ان کا دل دکھتا ضرور، مگر وہ صائمہ سے کچھ نہ کہتے ـــــ اکیلے میں بچوں کو خوب بھینچ بھینچ کر پیار کرتے ـــــ صائمہ تھی بھی عجیب و غریب ـــــ خود ہی بچوں کو مارتی پیٹتی خود ہی اتنا پیار ـ دیکھنے والے کو سمجھ نہ آتی ـــــ وہ ہزاروں بار دل کو سمجھا چکے تھے ـــــ کہ صائمہ تیری نہیں ہو سکتی وقار ـــــ وہ تمہاری نہیں ہو سکتی ـــــ

مگر دل کہتا ـــــ وہ تمہاری ہو کر رہے گی ـــــ تم جیت جاؤ گے ـــــ

دل اور دماغ کی یہ بھیانک جنگ ہر لمحہ زور پکڑتی ـــــ کون جانے

یہ جنگ کب تک چلتی رہے ——— شاید اس وقت جب تک دل کو دھڑکنے کا فن آتا ہے ——— یا وہ خود دل کی مخالفت کرنے کا حوصلہ نہ پیدا کریں۔ ———

آج اس جنون کا بہاؤ پھر تیز تھا ——— آج پھر وہ اس سیلاب میں تنکے کی طرح بہے چلے جا رہے تھے۔ ———

کتنی دیر سے وہ سگریٹ پھونک رہے تھے۔ طرح طرح کے خیالات سے دماغ بوجھل ہو چکا تھا ——— الٹے سیدھے خیالات نے دماغ میں ہلچل سی مچادی تھی ——— دن کالج کے خشک ماحول میں دم توڑ دیتا اور راتوں کی سوگوار تنہائیوں میں کتابوں کے اوراق میں بھی ان کا دل نہ لگتا۔ تب وہ ماضی کی یادیں کھو جاتے ——— جو حسین تھا ——— جس میں رعنائیاں تھیں ——— شگفتہ زندگی تھی، محبت و خلوص کی مہک تھی ——— دلوں کے اُجالے تھے ——— سائلہ کی دلفریب مسکراہٹ تھی ———

مگر اب ——— اندھیرا گھپ تھا ——— اور وہ تنہا۔ اپنی زندگی کا جنازہ اٹھائے بھٹک رہے تھے جو صائمہ نے اپنی نفرت سے پھیلا رکھا تھا ——— وہ ان سے قریب ہونے کے باوجود اُن سے بہت دور تھی ان کے دل کی آواز سنتے ہوئے بھی انجان تھی ——— وہ میری شریک زندگی ہے ——— میری منزل ہے لیکن اس منزل پر آکر میری حسرتوں کا کارواں لٹ گیا ہے ———

انھوں نے بے چین ہو کر اپنا سر تھام لیا ——— اور اپنے آپ سے کہنے لگے ———

دیتا ——— سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔

وہ ——— وہ تجھ سے بات کرتی ہے تو تیرے ذہن پر چوٹ لگتی۔

ہے وقار ——— تم درد کی شدت سے کراہنے لگتے ہو ——— وہ
مسکرائی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم پر طنز کر رہی ہے ———
——— اچانک ہی وہ کمرے میں آگئی ——— اور پھر الٹے پاؤں واپس
جانے لگی ———
کبھل صائمہ ——— وہ اٹھ کھڑے ہوئے ———
میں نے سمجھا آپ کمرے میں نہیں ہیں ——— وہ آہستہ سے بولی۔۔
بھولے سے آہی گئی ہو تو بیٹھو ——— میں اپنی آنکھوں کی اداسی دور
نہ کر سکے ———
میں صفائی کرنے آئی تھی ——— اور میرا یہاں کیا کام ———
وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی ———
تو وہ پھر کرو صفائی ———
پھر کر لوں گی ——— وہ جانے لگی ———
صائمہ ——— وقار نے اس کی پشت پر ہاتھ ٹکا دیئے۔
وہ خاموش کھڑے رہے ———
اپنا دل بھی صاف کر لو نا ——— وہ اُس کے کان کے پاس منہ لے
جاتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں بولے ———
ہٹیے مجھے سلام کرنا ہے ——— اُس نے کندھے جھٹک دیئے۔
صائمہ ——— وہ اس کے سامنے آکھڑے ہوئے ———
نگاہوں میں پیار کی چمک ——— سینے میں محبت کے جذبات ——— ان
کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا ———
وقار صاحب ——— وہ نظریں چُراتے ہوئے بولی ———
صائمہ ——— میری جان ——— دیکھو ——— کبھی اس دل
میں بھی جھانک کر دیکھو ———

اس دل میں کبھی جھانک کر دیکھو ——————

انھوں نے اپنے بازو پھیلا دیئے ——————

مگر نہ کیا کریں —————— کہتی ہوئی وہ انھیں پرے دھکیل کر باہر نکل گئی۔

اور وہ گم سم سے وہیں کھڑے رہے ——————

باہر شام حسین تھی ——————

اور بیلے کی کلیاں جھڑ رہی تھیں —————— آہستہ آہستہ

——————

مراد کا آیا اور خط آیا ——— لکھا تھا ———

صائمہ ———

تین خط لکھ چکا ہوں ——— مگر جواب نہیں آیا تمہارا پھولا منہ ذرا بھی اچھا نہیں لگتا ——— مگر میرا قصور کیا ہے ——— بھئی جلدی آؤں گا ——— سنو تمہارے لیے اتنی چیزیں خریدی ہیں کہ کیا بتاؤں ——— دیکھتے ہی جھپٹ پڑو گی ——— بھوکی لڑکی ——— میں تمہاری عادت سے اچھی طرح واقف ہوں، ڈیڈ اور ممی نے مجھے شادی کی اجازت دے دی ہے اب میں صرف چند چند دن کے لیے آؤں گا اور تمہیں بھی اپنے ساتھ یہیں لے آؤں گا۔ ———

اپنے آنے کی اطلاع تمہیں پہلے سے دوں گا ——— اب تم مجھے خط نہ لکھنا کیونکہ میں کچھ عرصہ مختلف علاقوں میں حساب کتاب کے لیے جا رہا ہوں ———

تمہارا مراد ———

خط کو پڑھ کر صائمہ گم صم سی ہو گئی ——— کچھ دیر وہ خط کو گھور گھور کر دیکھتی رہی ——— پھر رونے لگی ———

مراد ——— میرے پر پرواز کٹ گئے ہیں ——— جھڑ گئے ہیں پت جھڑ کی پتیوں کی طرح ——— اب میرا وجود بیکار ہے ——— مگر پھر بھی

مجھے زندہ رہنا ہے ——

خط کے حروف اُس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے —— ذہن بوجھل سا ہو گیا —— آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے جا رہے تھے ——

مراد —— آ کر دیکھو تو سہی —— جن ہونٹوں سے تم نے کبھی پیار میں ڈوبے ہوئے گیت سنے تھے آج اُن پہ غمناک مرثیے ہیں —— جیسے تم نے مذاق سے آفریں لہجے میں بہاروں کی دلہن کہا تھا وہ آج کی بیوہ ہے. —— تمہاری صائمہ مر گئی مراد —— آنکھوں کی ندیاں بہتے بہتے سوکھ گئی ہیں —— پھولوں سی ٹہنی والا بدن کانٹوں کا مسکن بن گیا ہے مراد ——

—— ہمارے بنائے ہوئے خوبصورت گھروندے کچلے گئے. ——

—— تمہاری صائمہ مر گئی —— اب —— اب تو ایک حرماں نصیب ہے جو اپنی بجھی بجھی آنکھوں، دکھی ہونٹوں سے تمہیں جینے کی دعائیں دیتی ہے —— تم سلامت رہو مُراد ——

وہ تکیے پر سر رکھے سسک رہی تھی ——

کسی نے اُس کا آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا —— صائمہ —— کیوں اپنے آپ کو ہلکان کرتی ہو —— وہ وقار تھے ——

چلے جائیے آپ —— چلے جائیے —— آپ نے ہی میری زندگی کی بہاریں لُوٹ لی ہیں —— وہ چیخنے لگی ——

صائمہ —— خدا کے لئے اپنی زندگی جہنم نہ بناؤ ——

جہنم کسے کہتے ہیں وقار صاحب —— وہ جلتی ہوئی آنکھوں پر ہاتھ رکھے بولی ——

وقار خاموش رہے ——

یہی تو ہے جہنم —— جہاں میں رہتی ہوں —— جہاں میں رہتی ہوں —— وہ پھر رونے لگی ——

صائمہ ——— میں تمہیں کیسے سمجھاؤں ———

جاوید تم ——— کیوں میرے زخموں پر نمک چھڑکتے ہیں ———

وہ تڑپ رہی تھی ———

صائمہ ——— تم جو چاہو ——— میں اسی طرح تیار ہوں

تم کہتی ہو تو ——— تو میں گھر بالکل نہیں آیا کروں گا ———

کیوں مذاق کرتے ہیں ——— وہ لڑ پڑی

مذاق نہیں، حقیقت ہے ———

یہ تو آپ کا بڑا کرم ہوگا ——— مجھے آپ سے نفرت ہے ———

نفرت ہے ——— آپ ہی نے میری زندگی تباہ کی ہے ——— آپ نے

میرا سکھ چھینا ہے ——— آپ نے ہی میری زندگی مجھ سے چھین لی ہے

——— جائیے ——— جائیے ——— وہ زور زور

سے چیخنے لگی، باہر بچے سہمے ہوئے تھے اور وقار تھکے تھکے قدموں سے باہر نکلے

——— بچوں پہ ایک نظر ڈالی، اور باہر نکل گئے ———

———

(۳۱)

تین دن سے وقار گھر نہیں آئے تھے ـــــــ
جانے کہاں رہتے تھے ـــــ کالج آتے ماؤف سا ذہن لئے ہوئے
اُسی روز انھیں تنخواہ ملی ـــــــ سارے کے سارے روپے چپراسی
کے ہاتھ بھیج دیئے ـــــــ اور ساتھ ایک چھوٹا سا رقعہ ـــــــ

صائمہ ـــ!
ـــــ آپا آگئی ہوگی ـــــــ یہ پیسے بھیج رہا ہوں ـــــــ منّے
کو آپا کی تحویل میں دے دو ـــــــ اس طرح شاید کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے، کبھی
کبھی میرا دل بچوں کو دیکھنے کو چاہے گا ـــــــ تو آیا کروں گا ـــــ مگر
تمہیں تنگ نہیں کروں گا ـــــ اور ـــــ میری ایک التجا ہے
خدا کے لئے اپنے آپ کو سنبھالو ـــــــ غم اور فکر نے تمہاری صحت پر
خاصہ اثر ڈالا ہے ـــ ہشاش بشاش رہو ـــــــ

وقار ـــــ ـــــ

صائمہ نے خط پڑھا پیسے لئے ـــــ اور اپنے کمرے میں آگئی۔
کچھ تھا جو اُسے اپنے سینے میں محسوس ہو رہا تھا ـــــ وقار نے جو آیا
بھیجی تھی، اُس نے منے کے علاوہ دوسرے بچوں کو بھی سنبھال لیا تھا، اب وہی

بچوں کے کپڑے بدلتی، وہی انھیں کھانا کھلاتی ـــــ بیٹے کو بھی وہی سنبھالتی .
اُس کے پاس کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا ـــــ کبھی کمرے میں ـــــ اور
کبھی کمرے کے باہر ـــــ بیکار بیکار ـــــ الجھی الجھی پھر رہی تھی وہ
گھر کا دوسرا کام بوڑھا نوکر کر لیتا ـــــ وہ کتاب پڑھنے کی کوشش
کرتی تو ناکام رہتی ـــــ

بوڑھا اس کی یہ الجھن محسوس کر رہا تھا ـــــ کہنے لگا ـــــ

داماد صاحب بیچارے کہاں رہتے ہیں ـــــ

میں کیا جانوں ـــــ وہ لاپروائی سے بولی ـــــ

بیرا یہی کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے مکان میں رہتے ہیں ـــــ

پھر کیوں پوچھتے ہو ـــــ پتہ تو ہے تمہیں ـــــ وہ تیز ہو کر بولی ـــــ

بوڑھا کام میں لگ گیا ـــــ

لیکن اس نے اپنے اوپر جو سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا جیسے بوڑھا اسے جھنجھوڑ گیا تھا ـــــ

وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی ـــــ

وقار کو گھر آ جانا چاہیے ـــــ اس وقت وہ یقیناً گھر ہوں گے.

بابا ـــــ میں ابھی آ جاؤں گی ـــــ کہتی ہوئی وہ تیزی سے باہر نکل گئی ـــــ ٹیکسی لی اور جھجکتی ہوئی وقار کے پرانے گھر چلی آئی جہاں وہ سائرہ باجی کے ساتھ اچھے دن گزارا کرتے تھے ـــــ

دروازہ بند تھا ـــــ اس نے دستک دی ـــــ

دروازہ کھلا ـــــ سامنے وقار تھے ـــــ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے ـــــ

بولے ـــــ آؤ ـــــ

وہ جھجکتی ہوئی اندر آگئی ــــــــــ

گھر چلئے ــــــ وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

تم لڑو گی ــــــ وقار آہستہ سے مسکرائے ــــــ وہ سب کچھ بھول گئے تھے ــــــ صائمہ کے آنے کا انہیں ہرگز خیال نہ تھا، اُسے دیکھ کر وہ حیران بھی تھے، اور خوش بھی ــــــــــ

وہ خاموش رہی ــــــــــ

لڑو گی تم، نہیں جاؤں گا ــــــ وہ ہنسے ــــــــــ

بچے یاد کرتے ہیں ــــــ وہ گھبراتی ہوئی بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

اور تم ــــــــــ

میں نے کہا ــــ بچے یاد کرتے ہیں ــــــ وہ دلدار کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ــــــــــ

تو پھر بچوں کو بھیج دیا ہوتا ــــ وہ مسکرائے ــــــــــ

ــــ اب وہ زیادہ گھبرا گئی ــــــ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ــــ

کیوں ــــــ

تو آپ نہیں جائیں گے ــــــ

اصل ہوں ــــــــــ

کیوں ــــــ؟

تمہیں مجھ سے نفرت ہے نا ــــــ میں نفرت میں اضافہ کرنا نہیں چاہتا ــــــ وقار سنجیدہ ہو گئے ــــــــــ

میں شرمندہ ہوں ــــــ کبھی کبھی بغیر سوچے سمجھے ــــ منہ میں جو آتا ہے کہہ جاتی ہوں ــــــ وہ جھینپ گئی ــــــــــ

صائمہ ــــــ وقار نے اس کا سرد ہاتھ تھام لیا ــــــ

بیٹے ــــــ وہ آہستہ سے بولی۔ ــــــ

چلو ـــــ وہ سرگوشی کے لہجے میں بولے.
وقار نے تالا بند کیا ـــــ اور دونوں ساتھ باہر نکلے.
گھومنے چلو گی ـــــ وقار نے بڑی اپنائیت سے کہا

نہیں ـــــ
کیوں ـــــ
بس نہیں ـــــ
مگر کیوں ـــــ
کیوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے ـــــ وہ دھیمے لہجے میں بولی ـــــ
تمہاری مرضی ـــــ
جب وہ دونوں گھر آئے تو بیبو اور راللو دوڑتے ہوئے وقار کی ٹانگوں سے لپٹ گئے ـــــ ابو آگئے ـــ ابو آگئے ـــــ
لو پکڑ لو اپنے ابو کو ـــــ اب نہ جانے دینا ـــــ صائمہ ہنسی
نہیں، نہیں، اب ہم نہیں جائیں گے ہم ـــــ وقار بولے.
ایسے بھگوڑے ابو کا کیا بھروسہ ـــــ صائمہ بولی.
بچے کھلکھلا کر ہنس پڑے ـــــ وقار بھی زور سے ہنس دیئے اور صائمہ جھینپ گئی ـــــ
اور ہنستے ہوئے وہ وقار کو بڑی اچھی لگی ـــــ کہکشاں کی لڑیاں ان کی نظروں کی تپش صائمہ کو ڈھانے لگی ـــــ اور وہ اٹھ کر باہر نکل گئی.

(۳۲)

آسمان کے سینے سے لپٹے ہوئے سیاہ بادل کسی کنواری کے ریشمی آنچل
کی طرح ہوا میں لہرا رہے تھے، بوندا باندی اب بھی جاری تھی ——— موسم نہایت
خوشگوار تھا ———

آسمان کے سینے سے لپٹے ہوئے سیاہ بادل کسی کنواری کے ریشمی آنچل کی طرح
ہوا میں لہرا رہے تھے ——— بوندا باندی اب بھی جاری تھی ——— موسم نہایت
خوشگوار ہو گیا تھا ——— فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی ——— اور وقار ایک ہلکی
سی رضائی اوڑھے لیٹے تھے، ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی ——— وہ سوچنے
لگے شام حسین کب ہوتی ہے ———

یہ احساس آج مجھے پہلی بار کہہ رہا ہے کہ شاعروں کی اتنی تعریف کیوں ہے
سہانی شام کیا ہے ——— کسی نے کسی مہ جبیں کے چہرے سے تشبیہ
دی ——— کہیں شام کے آنچل میں رنگینی بھر دی ہیں ———
لیکن میں آج اس شام کو کیا کہوں اس سے پہلے میں نے کبھی کسی شام کے
لئے سوچا ہی نہ تھا ——— کہ وہ سہانی اور حسین شام کیوں ہوتی ہے۔ میں
تو ہر شام کو ہی کاشباب سمجھا کرتا تھا، جس کے لئے کوئی نہیں سوچتا، جس کے دل سے

اُٹھتا ہوا دھواں کوئی نہیں دیکھتا ___

لیکن مجھے تو ___ مجھے تو اس شام کے دامن میں رعنائیاں نظر آ رہی ہیں ___ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے سرمئی آنچل سے جلوے پھوٹ رہے ہیں اور میری افسردہ روح کو توانائی بخش رہی ہے ___

یہ شام تو حسنِ مجسم ہے ___ میں اس میں کھو جاؤں گا اور ماضی کی ان تلخ یادوں کو ہمیشہ کے لئے بھول جاؤں گا جنھوں نے میری ہر صبح ، ہر شام اور ہر رات کے سینے میں زہر بھر دیا تھا ___ میں اس وقت کا دامن چھوڑ دوں گا جس نے مجھے مفلوج کر دیا ہے ___ غموں کے بحرِ بیکراں میں غرق کر دیا ہے ___

انھیں سائرہ یاد آ گئی ___ مگر صرف ایک مدھم سا نقش ___

___ سائرہ سیدھی سادھی ___ فرمانبردار بیوی ___ جو میں کہتا وہی وہ کرتی تھی ___

اور صائمہ ___ ضدی ___ خوبصورت ___ حسن اور عشق کا مجسمہ ___ یاس اور غم کا پیکر ___ انھیں صائمہ، سائرہ سے زیادہ حسین ___ زیادہ ہنسی اور زیادہ اچھی لگنے لگی ___

صائمہ ___ جس کے دل میں آرزوؤں کا کبھی نہ ختم ہونے والا ایک طوفان ہے ___ انھوں نے کتنے ہی تصورات کے محل بنا ڈالے ___ دل سے دل کا سودا کر لیا ___

عجیب سی کیفیت ہو گئی ___ دل سینے میں مچلنے لگا، سوئی ہوئی آرزو کروٹ لینے لگی ___ سوچنے سمجھنے کی طاقت جیسے کسی نے سلب کر لی تھی، تمام کائنات سمٹ کر صرف ایک نقطے پر مرکوز ہو گئی تھی ___ وہ نقطہ صائمہ تھی ___

اسی لمحے وہ آ گئی ___

اس نے گلابی کپڑے پہن رکھے تھے ___

اس نے گلابی کپڑے پہن رکھے تھے ———

ان کی نگاہوں کی تپش بڑھ گئی۔

صائمہ چور سی بن گئی اس لمحے ——— کہنے لگے ——— کھانا تیار ہے

انھوں نے جذبات کے سیلاب میں بہتے ہوئے جواب نہ دیا ———

وہ جانے لگی تو بولے۔ ———

صائمی

———

وہ رک گئی

———

یہاں آؤ نا

———

ان کی آواز جذبات میں بھیگی بھیگی تھی۔ ———

بچے انتظار کر رہے ہیں۔ وہ آہستہ سے بولی۔ ———

آؤ

———

اوہوں ———

آؤ

———

وہ قریب آ گئی ——— اتنی قریب کہ وقار اس کی دھڑکنوں کی بازگشت سن سکتے تھے ———

صائمی ——— میں تمہاری آنکھوں میں ڈوب جانے کو بے قرار ہوں ——— میں تمہیں دل کے نہاں خانے میں چھپا لینا چاہتا ہوں ———

وہ خاموش کھڑی رہی ———

وقار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا ———

صائمی ——— آج میری بدنصیبیاں دم توڑ چکی ہیں ——— تم بھی ان یادوں کا گلا گھونٹ دو جو تمہیں دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں ——— تمہارے طرز عمل نے میری زندگی کے ہر لمحے کو تاریک بنا دیا تھا ——— میرے ویران خوابوں کی تعبیر بن جاؤ ——— صائمی ——— میری گھٹتی ہوئی زندگی کو مدد کا دو ——— ان کی آواز بھاری ہو گئی ——— کہنے لگے صائمی!

میں تصورات کا شیش محل توڑ کر روشنی میں آجاؤں گا۔ ——
آپ کے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں —— وہ سخت اور کھردرے
لہجے میں بولی —— میرے اور آپ کے جیسے تعلقات ہیں انہیں غنیمت
سمجھیے —— کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گئی ——
اور وقار کو لگا جیسے وہ پھر تاریکیوں میں ڈوب گئے ہوں —— وہ شام
کھو گئی —— وہ شام جس کے دامن میں رعنائیاں سمٹ آئی تھیں ——
اور وقار کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اُسی سہانی شام کے اندھیروں میں ڈوب گئے
ہوں، جس شام کے تصور نے ابھی ابھی ان کو قوس و قزح کے رنگ دکھلائے
تھے —— اُسے یوں لگا جیسے خوابوں کا حسین تاج محل دھڑام سے نیچے آ رہا ہو
اور سنگِ مرمر کی سلیں اُس کے مزار کی محافظ ہوں ——

(۳۳)

فاصلے بڑھتے گئے ــــــ اتنے بڑھ گئے ــــــ کہ وہ دونوں
بالکل اجنبی ہو کر رہ گئے ــــــ

وقار رات گئے گھر آتے ــــــ برائے نام کھانا کھاتے، اور اپنے
کمرے میں چلے جاتے ــــــ صبح جاتے وقت بچوں سے باتیں کرتے صائمہ
سے ایک آدھ بات ہوتی ــــــ اور بس ــــــ

اتوار کا دن بھی وہ باہر ہی گزارتے ــــــ

اتوار ہی کا دن تھا ــــــ اُس روز فلو نے آن گھیرا ــــــ بخار
بھی تھا ــــــ اس لئے بستر ہی میں پڑے رہے۔

صائمہ ناشتہ کر رہی تھی ــــــ رانو آ گئی ــــــ

ابو کو بخار ہے خالہ امی ــــــ

اچھا ــــــ وہ لاپروائی سے ناشتہ کرتی رہی ــــــ

بوڑھا ناشتہ لے گیا لیکن واپس لے آیا ــــــ صائمہ نے دیکھ کر
پوچھا ــــــ ناشتہ کیوں نہیں کیا ــــــ

کہتے ہیں خالہ، چائے پیوں گا ــــــ

تو لے جاؤ پھر ———— وہ کندھے جھٹکتے ہوئے بولی ————
بیٹا تم بھی دیکھ آؤ ———— بوڑھا ڈرتے ڈرتے بولا ————
تم حد سے نہ بڑھا کرو بابا ———— وہ غصّہ سے پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی ————

اپنے کمرے میں آکر اس نے کپڑے بدلے ———— آئینے کے سامنے بیٹھ کر ہلکا ہلکا میک اپ کیا، اور پرس اٹھا کر باہر نکل گئی ————

آج کئی روز بعد وہ باہر نکلی تھی ————

کہاں جاؤں ———— اسے سمجھ نہ آیا ————

کافی سوچ بچار کے بعد وہ سیمی کے گھر کی طرف روانہ ہوئی ————

سیمی گھر پر ہی تھی ———— کافی مدت کے بعد ملنے پر اُسے دیکھ کر دوڑتی ہوئی اس سے لپٹ گئی ————

توبہ ———— تم بہ ایسی بھی کیا بے مروّتی ———— سیمی اُسے ڈرائینگ روم میں لے گئی ————

میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی ———— صائمہ روٹھ گئی ————

لو اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے ———— وہ کیوں بھلا ————

تمہیں تو پتہ ہے کہ مجھ پر ایکدم مصیبتیں ٹوٹ پڑیں ———— پھر پوچھتی ہو کیوں ———— صائمہ کی آواز بھرّا گئی ————

کیا پروفیسر صاحب تم سے خوش نہیں ———— سیمی نے حیرت سے پوچھا ————

تم میرے گھر آؤ تو پتہ چلے تمہیں ———— جہنم میں زندگی گزار رہی ہوں میں بھی سوچ رہی تھی کہ تم خوش نہیں ہو گی ———— تمہاری امی کی وفات کے بعد جب ہماری ملاقات ہوئی تھی میں نے تمہیں گم سم پایا ———— اسی روز میں سمجھ گئی تھی ———— سیمی نے کہا ————

اور پھر پلٹ کر خبر نہ لی۔ ـــــــ صائمہ نے گلہ کیا ـــــــ
یہ بات نہیں صائمی ـــــــ دراصل میں ماموں کے پاس ڈھاکہ بھی تو گئی تھی ـــــــ کچھ ہی دن ہوئے واپس آئی ہوں ـــــــ
چھوڑو میری باتیں ـــــــ سناؤ تم کیسی ہو ـــــــ؟
بس ٹھیک ہوں ـــــــ عنقریب میرا پتہ کٹ جانے والا ہے ـــــــ
سیمی کا چہرہ گلابی ہو گیا ـــــــ
اچھا ـــــــ کون ہے وہ ـــــــ؟ ـــــــ صائمہ نے ہنس کر پوچھا ـــــــ
سی، ایس، پی ہے ـــــــ سمارٹ بھی بہت ہے ـــــــ سیمی ہنسی ـــــــ
صائمہ کھو سی گئی ـــــــ اُسے اپنی شادی یاد آ گئی ـــــــ بربادی یاد آ گئی
کہنے لگی ـــــــ
اچھا خوش رہو ـــــــ
دونوں سہیلیاں کافی دیر تک پُرانی یادیں تازہ کرتی رہیں پھر مراد کا ذکر آیا تو صائمہ کی آنکھیں بھر آئیں کہنے لگی ـــــــ
مراد مجھ سے کھو گیا سیمی ـــــــ
اس کا ایک خط آیا تھا میرے پاس ـــــــ
کیا لکھا تھا ـــــــ صائمہ آنکھیں رومال سے صاف کرتی ہوئی بولی
تمہارے بارے میں پوچھا تھا ـــــــ وہ پریشان ہے کہ تم اسے خط نہیں لکھتیں
میں کیا لکھوں ـــــــ کچھ رہا ہی نہیں ـــــــ صائمہ کی آواز درد میں ڈوب گئی ـــــــ
وہ سمجھتا رہا ہے کہ خواہ مخواہ تمہیں چھوڑ کر گیا ـــــــ
اُسے سمجھنا سیمی کہ آ کر پھر سے مجھے چھوڑ کر جانے کے لیے آئے ـــــــ
ضبط کا دامن چھوٹ گیا ـــــــ آنکھیں بہنے لگیں دل

کہنے لگا سیمی مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتا حالات اس قدر سمٹ گئے ہیں ___ ایک طوفان آیا، اور میں تنکے کی مانند بہ گئی ___ آہ سیمی میرے سینے میں آتش فشاں چھپا ہوا ہے جس کی آگ میرے وجود کو اندر ہی اندر جلا کر راکھ کر رہی ہے ___ میرا ذہن ایک جہنم بن کر رہ گیا ہے سیمی ___ لیکن اس جہنم کی آگ میں مراد کی یاد ہی مجھے آسودگی بخشتی ہے ___ تب میں اپنے حال کی جلن اور سوزش سے قرار پانے کے لئے اُسی کے خیالوں میں کھوئی رہتی ___

اُسے اب بھول جاؤ ___

سیمی ہمدردانہ لہجے میں بولی۔ ___

کیسے بھول جاؤں ___ حالات نے میری ہمت تو چھین لی ہے یادوں کے نقش ہیں ___ اب میں اس گردش کے ہاتھوں اسی طرح اور اس طور شکستہ ہو گئی ہوں کہ گھنٹوں یہی سوچتی رہتی ہوں ___ کیا تھی، کیا ہو گئی ہیں ___

حالات سے سمجھوتہ کرو ___

سیمی نے کہا ___

نہیں سیمی نہیں ___ یہ نہیں ہو سکتا ___ وہ بہت ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں زندگی میں صرف ایک بار محبت نصیب ہوتی ہے میں تو ان بدنصیبوں میں سے ہوں جو مر مر کے جیئے جانے پر مجبور ہیں۔ دیکھو صائمی ___ اب وہ تمہارا گھر ہے ___ اپنے گھر کو گھر سمجھ لو ___ ذرا سوچ کا زاویہ بدلو۔

میرے گھر کا ماحول میرے لئے زہر بن گیا سیمی ___ میں گھر میں رہ کر بھی بے گھر ہوں ___ انسانی زندگی سدا ہی کسی نہ کسی سہارے کی محتاج رہی صائمہ، اور دکھی زندگی بذاتِ خود ایک ناقابلِ برداشت بوجھ ہو گئی ہے۔

جسے بہت مضبوط سہاروں کی ضرورت ہے ——— تم پروفیسر کے کندھوں پر اپنی زندگی کا بوجھ ڈال دو ——— وہ تمہیں ضرور سنبھال لیں گے" سیمی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ———

مجھے اس سے چڑ ہے ——— نفرت ہے ——— وہی میری تباہی کا باعث ہے ——— صائمہ نے کہا ———

یہ تمہاری غلط فہمی ہے ——— وہ بچارا تو خود برباد ہے ——— سیمی نے کہا ———

اب تو مجھے صرف سکون کی تلاش ہے / جو شاید میرے نصیب میں نہیں / شاید تم نہ سمجھ سکو / میری جیسی بے مقصد زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنا کتنا دشوار اور کٹھن ہوتا ہے ——— کہتے ہوئے اس کی آواز رندھ گئی ..... کمرے میں خاموشی چھا گئی ———

کافی دیر بعد سیمی نے پھر اسے مخاطب کیا / کہنے لگی ———

"یہ تو ٹھیک ہے تم نے اپنے حالات سے بھرپور شکست کھائی ہے / مگر ہمت ہارنا کہاں کی عقلمندی ہے "میں تو یہی کہتی ہوں صائمہ اب مراد کی یاد بھلا دو اور پھر پروفیسر صاحب اچھے ہیں ——— تم ضرور خوشیاں پا لو گی

سیمی تم جو کچھ کہہ رہی ہو ——— وہ صرف سننے کی حد تک ٹھیک ہے زندگی کے تلخ حقائق جب سامنے آتے ہیں / تو یہ دلیلیں / یہ دلیلیں / یہ دعوے بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں / میری ساری زندگی ہمیشہ ہی خواہشات کی آماجگاہ رہی ہے لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ میری ہر خواہش کا نتیجہ شکست بن کر میرے سامنے آیا / اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا ———

صائمی / ہر شام کے بعد صبح ——— اور ہر رات کے بعد دن ضرور آتا ہے / جہاں تاریکی ہے وہاں روشنی کا وجود بھی ہے / تم کوشش کرو اور کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاتی ———

سیمی اُسے سمجھاتے سمجھاتے تھک گئی مگر صائمہ کی وہی ضد ـــــ وہی اداسی برقرار رہی، رو رو کر اس کی آنکھیں بھاری ہو گئی تھیں ۔ ـــــ

سیمی کے گھر ہی دن بیت گیا ـــــ جب وہ واپس آئی تو رانو دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ گئی ـــــ

خالہ امی کہاں گئی تھیں ـــــ وہ آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گرانے لگی۔ ـــــ

کسی کے گھر ـــــ مگر تم ـــــ تم کیوں رو رہی ہو...

صائمہ نے رانو کو گود میں اٹھا لیا ـــــ

وہ میرے ابو ہیں نا ـــــ انھیں بڑا سخت بخار ہے ـــــ

رانو بولی ـــــ

تو پھر اس میں رونے کی کیا بات ہے ـــــ اس نے رانو کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ ـــــ

میں تو اس لئے رو رہی تھی کہ آپ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں ـــــ اس کا نچلا ہونٹ لٹکا ہوا صائمہ کو بڑا اچھا لگا۔ ـــــ

اب تو نہیں جائیں گی؟ ـــــ رانو بولی۔ ـــــ

نہیں ۔ اب نہیں جاؤں گی ـــــ وہ مسکرا دی۔

ـــــ

(٣٤)

وقار کو ایسا بخار آیا کہ تین روز تک نہ اُترا ——
اس دوران صائمہ ایک بار بھی اُن کے کمرے میں نہیں گئی تھی ——
آج اُن کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔ ——
صائمہ کو محسوس ہوتا جیسے سب ہی اس پر طنز کر رہے ہیں —— وہ
بیٹھی نٹنگ کر رہی تھی، بوڑھا نوکر آ گیا —— کہنے لگا ——
میرے خیال میں آج صاحب کے لئے کھچڑی پکا لوں .... مگر میں بھی
کتنا پاگل ہوں آپ سے بھلا کیوں پوچھ رہا ہوں؟ ——
کیوں —؟
وہ ڈری ڈری سی آواز میں بولی ——
واقعی آپ تو اُن کے کمرے میں جھانکتی بھی نہیں، پھر آپ کو کیسے پتہ کہ وہ اتنے
کمزور ہو گئے ہیں، اور روٹی نہیں کھا سکیں گے ——
بابا —— وہ غصے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی ——
معاف کرنا بی بی، زبان کمبخت رکتی ہی نہیں، بڑھاپا ہے! ——
دماغ بھی کام نہیں کرتا کہ یہ باتیں آپ کو کہنے کی نہیں ہیں ——
وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔ ——
کمرے میں آیا مُنّے کے کپڑے بدل رہی تھی —— اور صائمہ سا

لاڈ کرتی جا رہی تھی... اچھا منّا ہے —— پیارا منّا ہے —— اپنے ابو کو سلام کرنے گئے نا بیٹے ——

صائمہ نے گھور کر دیکھا، پھر بولی 'منّا مجھے دے دو۔ ——

آپ کے کپڑے گندے ہو جائیں گے بی بی —— آپا بولی۔

"مجھے دیدو —— تم سے پہلے بھی میں ہی اس کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ صائمہ بولی۔

میں تو اس لئے کہہ رہی تھی بی بی —— اب آپ کو عادت نہیں رہی —— آپا دبی زبان میں بولی۔ ——

کیوں ——

یوں ہی منہ سے نکل گیا ——

آپا باہر نکل گئی، اس نے منّے کو بہلانا چاہا، منّا رونے لگا —— اس نے بہت پیار کیا، مگر وہ روتا چلا گیا ——

آپا آ گئی —— صائمہ نے منّا اس کی گود میں دے دیا، وہ ایک دم چپ ہو گیا تو صائمہ کو ایسا لگا جیسے منّے نے صائمہ کے منہ پر تھپڑ دے مارا ہو ——

جاؤ —— وہ آپا کو ڈانٹ کر بولی۔

آپا باہر نکل گئی —— تو وہ وقار کے کمرے کی طرف چل دی۔

وقار رضائی اوڑھے لیٹے تھے —— آنکھیں بند تھیں، چہرہ پیلا پڑ گیا تھا، شیو بڑھی ہوئی تھی ——

چند لمحے وہ دیکھتی رہی، پھر باہر نکل آئی —— اسے لگا جیسے سب اس کا مذاق اڑا رہے ہیں ——

بچے بھی —— نوکر بھی —— وقار بھی —— فضا بھی۔ ——

(۳۵)

کئی دن گزر گئے — خاموش، خشک، ہر سمت اداسیاں رو رہی تھیں —— اُسے ہر وقت اپنے حلق میں کانٹے چبھنے کا احساس ہوتا ——

رات کے آنچل پر ستاروں کے چراغ جھلملا رہے تھے ——

وہ اپنے بستر پر بیٹھی باہر ٹمٹماتے ستاروں کو گھورے جا رہی تھی

اُسے لگا جیسے کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہے —— لیکن اُس نے مڑ کر نہیں دیکھا —— اس کی آنکھیں بھیگی چلی جا رہی تھیں ——

اسے لگا جیسے جلتے جلتے ہوئے انگارے اس کی گردن پر رکھ دیئے گئے ہوں، اس نے پلٹ کر دیکھا —— وقار تھے۔ —— وہی افسردہ آنکھیں، پژمردہ چہرہ، خشک اور ویران ہونٹ۔ ——

صائمہ کو پہلی بار اُن نقوش میں ٹھہرے سمٹے درد کا احساس ہوا۔ اُسے وقار کی سُرخ ڈوری والی آنکھوں میں ایک تشنگی اور ایک دائمی کسک سنائی دی۔

وہ کانپ گئی ——

وقار کے چہرے کے اکھڑے اکھڑے پھیکے رنگ مسکرانے لگے، ویران ہونٹوں پر ابدی نغمہ کی شمعیں جل اٹھیں، چہرے پر زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ ——

صائمہ —— وہ اپنا چہرہ اس کے زانو پر رکھتے ہوئے آہستہ سے بولے۔ ——

وہ خواہش بنتی رہی... پٹی پٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی ــــــ

کم از کم میری خطا تو بتادو ــــــ ان کی آواز جذباتی ہو گئی تھی۔

اگر تم اس طرح مجھ سے روٹھی رہو گی، تو میں مر جاؤں گا ــــــ اپنی

جلتی ہوئی آنکھوں میں ملن کی آس لئے ــــــ وہ بولے ــــــ

اس کی آنکھیں چپ چاپ برستی رہیں ــــــ

اداس کیوں رہتی ہو ــــــ کیوں ــــــ وہ بچوں کی طرح

اس کی گود میں منہ چھپائے تھے ــــــ

اپنے آپ کو تلاش کرتی رہتی ہوں ــــــ درد بہہ نکلا

تو پھر پالیا ــــــ

کھو گئی ہوں ــــــ

نہیں میری جان ــــــ ان کی آنکھیں بند تھیں ــــــ

ٹوٹ گئی ہوں ــــــ بکھر گئی ہوں ــــــ کہتے ہوئے وہ رو دی۔

بھول جاؤ سب کچھ صائمہ ــــــ

اس کے ہونٹ لرزنے لگے ــــــ پروفیسر صاحب مجھے پیار نہیں چاہیئے

میری اداس آنکھوں پر اندھیرے کے پھاہے رکھ دو تاکہ مجھے نیند آ سکے ــــ میرا

دم گھٹتا ہے ــــ یہ اداس اور لمبی راتیں میری روح کو جھنجھوڑتی ہیں

کاش میں ایک ایسی رات ہو جو میری زخمی سانسوں کو ایک ہی بار چوس لے تاکہ

منزل اور انجام کی جستجو ختم ہو جائے۔ ــــــ

تم مجھے اپنا لو تو سمجھو میں تمہاری راہ کے کانٹے چن لوں گا ــــــ وقار

نے اس کے بھیگے بھیگے رخسار پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے ــــــ

سچ کہتے ہیں آپ ــــــ

ہاں ــــــ

میری راہ کا سب سے بڑا کانٹا آپ خود ہیں ــــــ

وقار کو یوں جیسے نخلستان کی عطر بیز فضاؤں میں چلتے چلتے اچانک اُس کا راستہ لپکتی ہوئی آگ نے روک لیا ہے ـــــ اس آگ میں اسے اپنا وجود جلتا ہوا دکھائی دیا، اُسے یوں لگا جیسے اپنی چتا کو وہ خود آگ دکھا چکا ہو اور اب آنکھوں سے بس کچھ نہ بکھر رہا ہو، اور پھر اچانک وقار کو یوں لگا جیسے اس کے ہونٹ منجمد ہو گئے ہوں ـــــ اور کھولتا ہوا لاوا ایکدم سرد پڑ گیا ہو۔ ـــــ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا ـــــ وہ جلتی ہوئی اداس آنکھیں انھیں گھور رہی تھیں ـــــ

آپ ان اندھیروں کا زخم ہیں جن کی ہواؤں نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ ـــــ

وقار نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں... جذبات کے کواڑوں کو جیسے مقفل کر لیا۔

مگر ـــــ مگر ـــــ تم اپنے آپ کو برباد کر لو گی، میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔

وقار کے چہرے پر پھر وہی سناٹا تھا جیسے اپنی عمر سے اور کئی سال بڑے ہو گئے ہوں۔

اب میں آباد ہوں ـــــ طنز کے تیر اُن کے جگر کے پار ہو گئے ـــــ

مگر کس بنا پر ـــــ

وہ خاموش رہی ـــــ

کیا ـــــ کیا تمہارے دل میں کسی یاد ـــــ وہ سمجھ نہ پا رہے تھے کہ کیا کہیں۔

ہاں ـــــ وہ جیسے بہت دور سے بول رہی تھی ـــــ

کون ہے وہ ـــــ وقار کے لہجے میں حسرت تھی۔ ـــــ

مراد ـــــ اس کی آنکھیں چھلک آئیں ـــــ

مراد ـــــ مگر وہ تو ـــــ وہ تو

افریقہ گیا ہے، اب واپس آنے والا ہے ـــــ

تمہیں کیسے علم ـــــ

وہ مجھے خط لکھتا ہے ـــــ

وقار کا چہرہ حسرت و یاس کی ایک دھندلی سی تصویر بن گیا ـــــ

کافی دیر خاموشی چھائی رہی ... اور دھند بڑھتی گئی ——
وقار کی آنکھیں یوں لگ رہی تھیں جیسے صدیوں سے جاگتے جاگتے تھک گئی ہوں۔ سانسوں کا شور مدھم ہو چکا تھا، رومال سے پسینہ خشک کرتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گئے ——

اور صائمہ کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی ——

تمہاری راہ کے سناٹے چوم لوں گا —— ہونہہ ——

جو اجنبی لمحے اس کا سہاگ بن کر آئے تھے، انہیں اس نے اجاڑ دیا تھا، اب وہ سمندر کی طوفانی لہروں پر ابھرتی ڈوبتی ہوئی کناروں کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن کناروں کی روشنیاں حالات کے اندھیروں میں اب ایک ایک کر کے ڈوب رہی تھیں، اور وہ تاریک راہوں میں اندھیروں کی اڑتی ہوئی گرد کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی

مراد کا خیال آتے ہی اسے سکون محسوس ہونے لگا ——
تب وہ ماضی میں کھو گئی، جہاں مراد تھا اور وہ تھی ——

———

(۳۶)

کال بیل کی آواز ـــــ پر بوڑھا نوکر باہر گیا اور جلد ہی واپس آ گیا ـــــ
کون ہے ـــــــ وہ رانو کو گود میں لئے بیٹھی تھی
جانے کون ہے ـــــ آپ سے ملنا چاہتا ہے ـــــ بوڑھا بولا۔
نام پوچھ کر آؤ ـــــــ ماہ رخ کا دل دھڑکنے لگا۔
بوڑھا نام پوچھ کر آیا، اور اس کے ساتھ جیسے طوفان آ گیا ـــــــ
مراد نام ہے اس کا ـــــــ
ماہ رخ کے ہاتھ پاؤں سُن ہو گئے، وہ رانو کو تقریباً پٹختے ہوئے دروازے
کی طرف بھاگی ـــــ دھڑکتے دل سے دروازہ کھولا ـــــ سیاہ سوٹ میں ملبوس
وہ کھڑا تھا ـــــــ
مراد ـــــ وہ تڑپ گئی
بے مروت ـــــ جھوٹی ـــــ کمینی ـــــ مراد ہنستے ہوئے قریب آ گیا۔
اگلے لمحے وہ گم سم سی ہو گئی ـــــــ
ارے، چپ کیوں لگ گئی، اندر سے چلو نا مجھے ـــــــ مراد کی سرخ و
سفید رنگت چمک اٹھی ـــــــ
نہیں ـــ نہیں ـــ بس تمہیں ـــــ
کیا ہوا ہے تمہیں ـــــ مراد کے سینے میں قربت کا صندل سا مہک رہا ہے۔
اچھا آؤ ـــــ وہ اپنے ساتھ اُسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔ خوش
بھی تھی ـــــ غمگین بھی ـــــ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

گلے ملونا ـــــ مُراد نے باہیں پھیلا دیں ـــــ
اس کی نظریں جھک گئیں، حلق جلنے لگا ـــــ مگر وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی
کیا ہوا ہے تمہیں ـــــ مراد اس کے قریب آ گیا ـــــ
بہت کچھ ہو گیا ہے مجھے ـــــ وہ سسک پڑی ـــــ
تمہاری آنکھوں میں آنسو ـــــ مُراد پریشان ہو کر اٹھا ـــــ
وہ سسکتی رہی ـــــ
مجھے تو علم ہے کہ تمہارے ڈیڈی کا انتقال ہو گیا ہے مجھے بڑا افسوس ہے
وہ خاموش رہی، اللہ قسم جب سے آیا ہوں تڑپ رہا ہوں، کیا اس کمین
لڑکی سے ملوں گا ـــــ کنجوس چاہئے تو بلوا دوں گا ـــــ
صائمہ کا سانس گھٹنے لگا ـــــ
صائمی کیا ہوا ہے تمہیں ـــــ اچھا بھئی میں کان پکڑتا ہوں اب
تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا اور اب میں تو خود بھی نہیں رہ سکتا جانتی ہو ممی ڈیڈی سے
اجازت لے کر آیا ہوں ـــــ ممی مجھ سے پوچھنے لگی، لڑکی کیسی ہے ـــــ اور پھر
میں نے کیا کہا۔ میں نے کہا وہ ایسی ایگر دالولڑکی ہے ممی اس کے ساتھ زیادہ گڑبڑ
نہ کرنا ورنہ ہم سب کو کچا کھا جائے گی ـــــ
وہ روتی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی اور ہونٹ کاٹتی رہی۔
کچھ کیا بور بیٹھی ہے، اتنے عرصہ بعد آیا ہوں، بات تو کرو ـــــ
میرے پاس کوئی بات کرنے کو نہیں ـــــ وہ سسکتی ہوئی کہنے لگی۔
مجھے پتہ ہے تم نے میرے لئے بہت سے خطابات رکھے ہوں گے، اچھا بابا معاف کر دو
ویسے تمہاری دکھتی رگ کا بھی پتہ ہے ـــــ ابھی تم میری کھال ادھیڑ اگر میں نے تمہیں
وہاں کی باتیں بتائیں تو ـــــ مراد ہنسنے لگا ـــــ
وہ بس روئے جا رہی تھی ـــــ
صائمہ تمہاری ان چھم چھم برستی آنکھوں میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے ـــــ

مراد اٹھ کر قریب آگیا ـــــــ

جاؤ مراد چلے جاؤ ـــــــ وہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے بولی۔ ـــــــ تاکہ تمہیں چائے نہ پلانی پڑے ـــــــ تم تو سدا کی کنجوس ہو۔ اچھا ابھی تمہارے ہوش گم کرتا ہوں ـــــــ ہاں تو وہاں مجھ پہ بہت سی لڑکیاں مہربان تھیں ـــ

مراد ـــــ وہ تڑپ اٹھی ـــــــ

دیکھا میں نہ کہتا تھا، فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں سب کالی کالی تھیں۔

مراد ـــــ چپ رہو ـــــ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی ـــــ

ارے تم ـــــ تم تو واقعی ـــــ مراد سنجیدہ ہو گیا۔ ـــــ

تمہیں کیا پتہ کیسے کیا ہو گیا ہے ـــــ وقت کے بے رحم ہاتھوں نے میرے اور تمہارے درمیان ایک سنگین دیوار کھڑی کر دی ہے ـــــ

کیا مطلب ـــــ مراد پریشان ہو گیا

میں ـــــ میں ـــــ کیا بتاؤں ـــــ رونے سے اسکا جسم لرز رہا تھا۔

صائمہ بتاؤ نا ـــــ کیا ہوا ـــــ

ڈیڈی کے انتقال کے بعد سائلہ باجی کا بھی انتقال ہو گیا ـــــ اور امی نے میری شادی پروفیسر صاحب کے ساتھ کر دی ـــــ درد قطرہ قطرہ ہو کر اسکی زبان سے بہہ نکلا ـــــ

صائمہ ـــــ مراد چیخ کر بولا۔

ہاں مراد ـــــ پھر امی بھی مجھے چھوڑ گئیں۔ اب میری زندگی اس جہنم میں گذر رہی ہے، جہاں پروفیسر ہیں اور ان کے بچے ـــــ

اوہ ـــــ تم نے مجھے کیوں نہ لکھا ـــــ مراد نے اپنا سر تھام لیا

کیا لکھتی ـــــ کیا سناتی تمہیں

پروفیسر صاحب نے ـــــ مراد کہتے کہتے رک گیا۔

دفار دوسرے لمحے اندر آگئے تھے ـــــ

مراد اٹھ کر کھڑا ہو گیا ——— آداب پروفیسر صاحب ———

اوہ مراد ——— کب آئے ——— وقار کا لہجہ پھیکا پھیکا تھا۔

کل ہی آیا ہوں ——— مراد اکھڑے لہجہ میں بولا ———

بیٹھو ——— پروفیسر اُس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئے ———

صائمہ باہر نکل گئی ———

وقار مراد کے ساتھ رسمی باتیں کرتے رہے۔ پھر باہر نکل آئے ———

صائمہ مراد کے لئے چائے لے جا رہی تھی ——— اور ——— وہ خاموشی سے اس کے پاس سے گذر گئے ———

مراد نے چائے پی ——— اور ایک نظر صائمہ پر ڈالتا ہوا ———

صائمہ کے درد میں اور اضافہ ہو چکا تھا ———

منار رو رہا تھا، پپو اور رانو لڑ رہے تھے، صائمہ نے تینوں بچوں کو خوب پیٹا۔

کمبخت مر کیوں نہیں جاتے تم سب ——— وہ روتے ہوئے چیخ پڑی۔

آپا اس روز جواب دیکر چلی گئی کہ یہ ظلم وہ نہیں دیکھ سکتی ———

بوڑھا سہما ہوا تھا ——— وقار خاموش اور بچے ڈرے ڈرے

ختم ———

- مراد کیا آیا ــــ گویا بہار آ گئی ـــــ

صائمہ کے دل کے پھپھولے سلگ اٹھے، روح کی گہرائیوں میں آگ لگ گئی، کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا سمجھنے کی کوشش کرتی تو آپ ہی الجھ کر رہ جاتی ۔ نگاہوں کے سامنے دھند سی چھا جاتی ــــ ایک عجیب سا دھندلکا چاروں طرف نظر آتا۔

ہوا میں خنکی تھی اس نے کوٹ پہنا، اور باہر نکل گئی، اس کے قدم مراد کے گھر کی طرف تھے ــــ پیشانی پر پسینے کے بیشمار قطرے جھلملا رہے تھے آتش بھڑک کر دل کی وادی میں پھیل چکی تھی۔ ــــ

جیسے ہی مراد کی کوٹھی پہنچی ــــ وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ ٹینس کھیل رہا تھا ــــ سفید جرسی اور سفید پتلون میں وہ کتنا اچھا لگ رہا تھا یوں ہی برآمدے میں کھڑی وہ اسے دیکھتی رہی ــــ

آنکھیں بھیگ چلی جا رہی تھیں ــــ جانے کب تک وہ یوں ہی کھڑی رہتی مراد نے اُسے دیکھ لیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کے قریب آ گیا۔ ــــ

کب آئی ہو ــــ وہ سنجیدگی سے بولا۔

کتنی دیر ہو گئی

ــــ

آؤ، وہ اسے لے کر اندر چلا گیا ــــ دونوں خاموش تھے۔

اب نہ آیا کرو ــــ کافی دیر بعد مراد بولا ــــ

کوشش کروں گی ــــ اس کی آنکھیں چھلک آئیں۔

تم نے مجھے بڑا دکھ دیا خدا کرے تم کو بھی اتنے غم ملیں کہ تم شراب کی نالیوں میں بہنے لگو ——— وہ غم آمیز ہنسی ہنس کر بولا ———

ایسا ہی ہو رہا ہے ——— وہ تڑپ کر بولی ———

اللہ کرے اس سے بھی زیادہ ہو ———

مراد ——— وہ بغیر پانی کے تڑپتی ہوئی مچھلی کے مانند تھی

سب جھوٹ ——— تم اس وقت تنا مجھے لکھ دیتیں، مگر تمہیں کیا ——— اب آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں ——— جاؤ لوٹ جاؤ ——— پھر کبھی نہ آنا ——— وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا ———

بڑا گمان تھا تمہیں ——— ہونہہ ——— وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

میں یہ نہیں مان سکتا کہ تم پر زبردستی بھی ہو سکتی تھی ——— تم پر، وہ ہنسنے لگا۔

میں مجبور ہو گئی مراد ——— وہ روتے روتے بے حال ہو گئی تھی۔

مجبور ——— بڑا پیارا لفظ ہے ——— بڑا پیارا بہانہ ہے، جو ہمیشہ سے تم جیسے لوگوں کا ساتھ دیتا آیا ہے ——— سب سے گلہ تو مجھے یہ ہے کہ تم نے کیوں اندھیرے میں رکھا، مجھے لکھ دیتیں کہ تم شادی رچا بیٹھی ہو ——— میں وہیں بیٹھا اپنی محبت کا ماتم کر لیتا ———

سوچو تو مراد ——— سوچو تو ——— وہ اس کے قدموں پر گر پڑی۔

مراد نے اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا، اور غم سے بھرپور آواز میں بولی۔

صائمہ ——— تم سے مجھے محبت ہے ——— تم نہیں سمجھ سکتیں کہ مجھ پر بجلیاں گر پڑی ہیں، کتنی امیدیں لیکر آیا تھا ——— کتنے منصوبے بنائے تھے میں نے ——— جانتی ہو ——— میں نے افریقہ میں تمہارے لئے الگ گھر بنایا ہے، اپنی اور تمہاری امیدوں سے بڑھ کر اسے سجایا ہے، مگر وہ گھر اجڑ گیا۔

اجڑ گیا ———

مراد ——— وہ گھر نہیں اجڑے گا ——— نہیں اجڑے گا، اس

کسی سوچ کو راہ مل گئی ______

یہ کیسے ممکن ہے ______ ضد کرنے سے مراد کا چہرہ سُرخ ہو گیا

ممکن ہو سکتا ہے ______ میں اس گھر میں رہوں گی مراد مجھے

اپنے ساتھ لے چلو ______ ورنہ میں یہاں مر جاؤں گی ______

نہیں، نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا ______ مراد کانپ گیا ______

کیوں نہیں ہو سکتا ______ میں چلوں گی مراد تمہارے ساتھ، مجھے لے

چلو مراد ______ مجھے لے چلو ______ اس کے لہجہ میں التجا تھی ______

نہیں صائمہ ______ تم جاؤ ______ تم جاؤ ______ وہ گھبرا کر

کھڑا ہو گیا۔ ______

مراد میں مر جاؤں گی ______

جاؤ صائمہ گھر جاؤ ______ اپنے آپ کو سنبھالو مجھے بھول جاؤ

مجھے بھول جاؤ ______ وہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا ______

اُسے جھٹکا سا لگا ______ اگلے لمحے جب مراد نے مڑ کر دیکھا تو وہ جا چکی

تھی ______ لٹی لٹی سی ______ اجڑی اُجڑی سی ______

---

(۳۸)

اور یوں اس کی راتیں سوگ میں ڈوب گئیں... دن اُداس ہو گئے۔
دل اتنا ویران تھا کہ کسی گوشے میں آرزو کا سایہ نہ جلتا اُمنگوں کی چھاؤں
میں رقص کرتے خواب نہ تھے، اگر تھے تو لمحوں کی وحشت میں جاگتے جنوں کی ستم خیزی تھی۔
خالی ذہن بیٹھی رہتی کبھی یادوں کے مزار آنسوؤں کے چراغ جلانا چاہتی
تو حال کی سرد لہر انھیں بھی بجھا دیتی ——
یوں ہی روٹھی بیٹھی تھی وہ —— وقار آ گئے، آج خلاف معمول وہ
شاندار سیاہ سوٹ میں تھے ——
صائمہ —— وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولے ——
اس نے صرف نظریں اٹھا دیں ——
کالج میں فنکشن ہے —— اولڈ اسٹوڈنٹس بھی آ رہے ہیں، پرنسپل نے تمہارے
لئے بھی کارڈ بھیجا ہے —— میں تو سمجھتا ہوں کہ تم میرے ساتھ جانا پسند نہیں
کرو گی —— مگر جانے پھر بھی کیوں آ گیا ہوں —— وہ دھیمی آواز
میں کہنے لگا ——
آپ ٹھہریئے، میں تیار ہو جاؤں —— وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ اور وقار
حیران تھے کہ آج سورج کہاں سے نکل آیا ——
وہ باہر نکل آئے ——
صائمہ نے سفید ساڑھی باندھی۔ کالا کوٹ زیب تن کر کے ان کے قریب آ گئی۔
چلئے ——

چلو ـــــ انھوں نے بڑے پیار سے کہا ـــــ

صائمہ نے تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اس کے دل میں ایک نیا خیال آ چکا تھا ـــــ "یہ سب کچھ مراد کے لئے ہے" ـــــ

ٹیکسی لے کر وہ کالج پہنچے ـــــ جہاں رنگ و نور کا طوفان برپا تھا۔

جونہی وہ داخل ہوئے، صائمہ نے دیکھا، مراد کھڑا تھا، بہت سارے لوگوں میں گھرا ہوا ـــــ

وہ تیزی سے گزر گئی ـــــ

کسی نے وقار کو مخاطب کیا ـــــ تو وہ آگے نکل گئی۔

ٹھہرو صائمہ ـــــ آؤ ـــــ تمہارے کلاس فیلو بھی ہیں   وقار

اس کے پیچھے آ گئے ـــــ

یہاں سے چلئے ـــــ وہ گھبرا رہی ہیں کہہ گئی ـــــ

سامنے ہی اُسے سیمی مل گئی ـــــ

پروفیسر صاحب ـــــ بڑے اچھے لگ رہے ہیں آپ دولہا ـــ سیمی ہنسی۔

اور وقار صائمہ کی طرف دیکھ کر رہ گئے ـــــ

تم اور سیمی باتیں کرو ـــــ میں کچھ بزی (BUSY) ہوں کہتے ہوئے اسٹاف روم کی طرف چلے گئے۔ ـــــ

اللہ قسم بڑی اچھی لگ رہی ہو ـــــ سیمی ہنس کر بولی

بور نہ کرو سیمی ـــــ

مراد بھی آیا ہے ـــــ

دیکھا ہے میں نے ـــــ

ملی ہو ـــــ

نہیں ـــــ

تو آؤ ملیں اس سے ـــــ

نہیں ـــــــ

آؤ تو سہی ـــــــ سیمی اسے گھسیٹتی ہوئی لے گئی

مراد یہ دیکھو اولڈ اسٹوڈنٹس کا ایک دانہ پکڑ لائی ہوں ـــــــ سیمی ہنستی ہوئی بولی ـــــــ

اوہ ـــــــ ہیلو مسز وقار ـــــــ مراد آہستہ سے بولا

وہ ایسی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی جن میں گلہ تھا، بے بسی تھی اور شکوے تھے۔

یہ تو بس بالکل ہی بدھو ہو کر رہ گئی ہے ـــــــ سیمی بولی ـــــــ

یہ غلط ہے سیمی، بدھو تو ہم لوگ ہیں ـــــــ یہ تو عقلمند ہیں

مراد ہنس کر بولا ـــــــ

نہیں بھئی تم لوگ غلط کہہ رہے ہو ـــــــ یہ صائمہ نہیں ہو سکتی، ایک

اور نوجوان بولا۔ ـــــــ

آپ کو کیوں شک ہے ـــــــ ایک دوسرا بولا ـــــــ

صائمہ کوئی گونگی تو نہیں تھی، اُس کے سامنے تو ہم سب گونگے تھے

سب ہنس دیئے ـــــــ

ہاں تو صائمہ صاحبہ یہ بتایئے، یہ تغیر کیوں؟ ایک اور لڑکی بولی

وقت ایک سا نہیں رہتا ـــــــ صائمہ آہستہ سے بولی۔

صحت اچھی ہو گئی ہے آپکی ماشاء اللہ ـــــــ مراد بولا

جھوٹ، آدھی بھی نہیں رہی ـــــــ سیمی نے صائمہ کی حمایت کی۔

چلو سیمی ـــــــ صائمہ آہستہ سے بولا ـــــــ

سیمی اور صائمہ دونوں ہی الگ تھلگ چلی گئیں۔

سیمی، ذرا مراد کو بلا لا ـــــــ صائمہ بولی ـــــــ

پاگل ہوئی ہو ـــــــ یہ وقیر صاحب نے دیکھ لیا تو ـــــــ

تم بلاؤ، نہیں دیکھیں گے وہ ـــــــ

سیمی مراد کو بلا لائی ـــــــ کہنے لگی تم دونوں میری عاقبت خراب کرواؤ گے

مُراد ــــ صائمہ کی نظروں میں آگ تھی ــــ

کوئی کام تھا مجھ سے ــــ مُراد لاپروائی سے بولا ــــ

میں تمہاری باتیں برداشت نہیں کر سکتی ــــ

یہ تو میں سنتا آیا ہوں ــــ

میرا قصور ــــ

بس یونہی تمہیں دیکھ کر جی چاہتا ہے تمہیں اتنی باتیں سناؤں کہ تمہارا دم گھٹ جائے اور تم مر جاؤ ــــ وہ چہرہ اس کے قریب لایا ــــ

تو پھر میری بات کیوں نہیں مان لیتے ــــ صائمہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی

کیا بات ــــ

وہی ــــ

پاگل ہو تم ــــ

تمہیں میرا کوئی خیال نہیں ــــ

اب وقت گیا ــــ

وہ کچھ نہ بولی۔ جھکی جھکی پلکوں کے سائے لرز رہے تھے ــــ

جاؤں ــــ مراد بولا

مراد میرے جسم میں ایک مضطرب روح تمہیں نظر نہیں آتی ــــ

جانے کیوں ــــ میں اب بھی تمہاری بھلائی چاہتا ہوں ــــ وہ سنجیدگی سے بولا

تو پھر مجھے لے چلو ــــ میں مر جاؤں گی مراد ــــ

مجھے یہ ڈائیلاگ بہت گھسے پٹے لگتے ہیں، بھول جاؤ ــــ بھول جاؤ میں کون تھا کہتے ہوئے وہ پلٹ گیا ــــ

اس کی سسکیاں سن کر عظمیٰ اس کے قریب آ گئی ــــ

کیوں روز روز اپنی جان ہلکان کرتی رہتی ہو ــــ

تم مراد کو سمجھاؤ ــــ صائمہ بولی۔

تم تو پاگل ہو ــــ تم اپنے ساتھ کئی زندگیاں تباہ کرو گی

میری اپنی زندگی تباہ و برباد ہے ——— صائمہ بولی
چلو آؤ چائے شروع ہو چکی ———
میں نہیں جاتی ——— صائمہ آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔
چلو بھی ——— پروفیسر صاحب شاید اسی طرف آ رہے ہیں
وہ صائمہ کا ہاتھ پکڑ کر شامیانے کی جانب چل دی ———
کہاں تھیں صائمہ ———
وقار بولے ———
میرے ساتھ پروفیسر صاحب ——— بیمی جلدی سے بولی۔
آئیے ——— وہ اسے چائے کی میزوں کی طرف لائے ———
وہ چائے پی رہی تھی، اور مراد اس کی سوچتی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

---

(۳۹)

خالہ امی میں آپ کے بستر میں آجاؤں ـــــــ ببو نے سہمی ہوئی آواز میں کہا ـــــــ

نہیں ـــــــ اپنے بستر میں پڑے رہو

ڈر لگ رہا ہے ـــــــ

آجاؤ ـــــــ صائمہ نے رضائی ہٹا کر کہا، اور ببو اپنے بستر سے اٹھ کر اس کے پاس دُبک گیا، اس کے ہاتھ پاؤں یخ ہو رہے تھے ـــــــ

کس سے ڈر لگ رہا تھا ببو ـــــــ صائمہ نے پیار سے پوچھا

باہر بجلی چمک رہی ہے نا ـــــــ

ڈرپوک ـــــــ صائمہ ہنسی ـــــــ

خالہ امی ـــــــ

کیوں ـــــــ

آپ ہمیں چھوڑ کر چلی جائیں گی ـــــــ

تم سے کس نے کہا ـــــــ

ابو نے ـــــــ

کیا کہا تھا ابو نے ـــــــ صائمہ کے دل کو دھکا سا لگا ـــــــ

کہتے تھے تمہاری خالہ امی چلی جائیں گی ـــــــ

نہیں میں نہیں جاؤں گی ـــــــ وہ دور خلاؤں میں دیکھتے ہوئے کہنے لگی

سچ ـــــــ وقار جو کتنی دیر سے کھڑے تھے، بے اختیار کہہ اٹھے ـــــــ

وہ چونک گئی ________

ابّو خالہ امی نہیں جائیں گی ________ پپو اٹھ کر بیٹھ گیا۔

صائمہ جھینپ سی گئی تھی ________

وعدہ دے لو بیٹا ________ وقار آہستہ سے ہنسے

خالہ امی وعدہ کر لیں ________ پپو بولا۔

فضول باتیں نہ کرو پپو ________ صائمہ دھیمے لہجے میں بولی۔

پپو اپنی خالہ امی سے کہو ________ اگر وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں تو ہم سب مر جائیں گے۔ ________

پپو ہنسنے لگا ________

پپو اپنے ابو سے کہو آرام کریں جا کر ________ صائمہ تیز ہو کر بولی۔

ہاں ابو جائیں آپ آرام کریں ____ پپو بولا ________ پھر کہنے لگا

خالہ امی آپ ابو سے ناراض ہیں ________؟

ہاں بیٹا بہت ناراض ہیں ____ وقار ہلکی سی مسکراہٹ سے بولے ________

خالہ امی ابو کو معاف کر دیں ____ پپو بولا ________

سو جاؤ آرام سے ________ صائمہ نے پپو کو ڈانٹ دیا

اور وقار عائمہ کے ماتھے پر آئی ہوئی لٹ انگلی سے ہٹا کر اسے میٹھی نظر ڈال سے دیکھتے ہوئے باہر نکل گئے۔ ________

صائمہ کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی ________

مسکرا کر اس نے پپو کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ ________

____

اور اسی رات جب وہ سو گیا ـــــــ صائمہ آہستہ سے اٹھی اس کا دل بڑا گھبرا رہا تھا، برآمدے کے ستون کے ساتھ وہ ٹیک لگائے وہیں بیٹھ گئی

ـــــــ

وقار کے کمرے کی بتی جل رہی تھی ـــــــ

آج وقار کی باتیں اسے بڑی نہ لگیں ـــ جذبات کی لہریں تھیں ـــ وہ اپنے ہوش و حواس سنبھال نہ سکی اسے نیند نہ آئی اور باہر نکل گئی، اور پھر ان تند و تیز موجوں نے بھی اسے سمیٹ لینا چاہا ـــــــ

کسی کے ہاتھوں نے اس کے سر پہ تھپکی دی ـــــــ اس نے دیکھا وقار تھے، وہ سسک پڑی، اس کی آنکھوں سے موتیوں کے آبشار ابل رہے تھے ـــــــ

رونے سے کیا حاصل ہے، ہو جاؤ صائمہ، کسی اور کے لئے ہی اپنے آنسوؤں کو روک لو ـــــــ اپنے دل کا درد چھپاتے ہوئے وہ نرمی سے بولے۔

سسکیاں، ہچکیوں میں تبدیل ہو گئیں ـــــــ دھڑکنیں تیز ہو گئیں، مدھم ہوئیں اور فضا کی تمام تر خاموشی ان کے گرد سمٹتی چلی گئی ـــــــ

وقار صاحب آرزوؤں کی چتا پر سلگ رہی ہوں؟ اس کی کنول سی آنکھیں بیمار نظر آنے لگیں۔ ـــــــ

لیکن یہ ظلم ہے، وقار نے اس کی باہوں کو تھام لیا، میں تمہیں اس گھٹن میں دم توڑتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا ـــــــ

یہ میرے دل کی صدا ہے۔ ـــــــ

تمہاری آنکھوں میں غم کے آنسو دیکھ کر میں کانپ جاتا ہوں ــــــ اندر ہی اندر جلتی رہتی ہو، سلگتی رہتی ہو ــــــ مجھے دیکھو صائمی ــــــ

انھوں نے صائمی کا آنسوؤں سے تر چہرہ اپنے سامنے کر لیا ــــــ مجھے اپنا سمجھو ــــــ اپنے دل کی بات مجھ سے کہہ دیا کرو ــــــ اپنے اندیشوں کو مجھ پر ظاہر کر دیا کرو، صائمی جب تم روتی ہو نا ــــــ تو یہ ڈھلکے ہوئے آنسو صرف تمہارے نہیں ہوتے ان میں میرا بھی حصہ ہوتا ہے، تم مانو یا نہ مانو لیکن حقیقت یہ ہے تم جب اداس ہوتی ہو تو مجھے بھی میرا دل ویرانیوں کا نشان دکھاتا ہے ــــــ تم جب پریشان ہوتی ہو تو میرا دل بھی مضمحل ہو جاتا ہے ــــــ تم جب بھی فکر مند ہوتی ہو غم و اندوہ کی پرچھائیاں مجھے بھی گھیرے میں لے لیتی ہیں۔ ــــــ

وقار صاحب ــــــ اس نے اپنا چہرہ وقار کے سینے سے لگا دیا

صائمی میری زندگی، تم اندازہ نہیں کر سکتیں ــــــ اس لمحے کی خوشی کا خود مجھے اندازہ نہیں ــــــ کس قدر فرحت ــــــ پگلی کیا جانتی ہے تمہارا مجھ سے یہ خوشی چھیننا ــــــ اس نے اسے بھینچ لیا ــــــ

میرے اچھلتے ہوئے جذبات کو سمجھو ذرا ــــــ جذبات میں ڈوبے ڈوبے انھوں نے اس کے بالوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ ــــــ

صائمی ــــــ میری جان ــــــ

اسی لمحے وہ بجلی کی تیزی سے الگ ہو گئی ــــــ اور کہنے لگی

مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے ــــــ جائیے وقار صاحب

صائمی ــــــ یوں نہ کرو ــــــ

وقار صاحب آپ میرے قریب آتے ہیں تو میری سانس رکنے لگتی ہے دل ڈوبنے لگتا ہے ــــــ خواہشیں دم توڑنے لگتی ہیں ــــــ وہ رونے لگی

ــــــ

بولیں:

قریب آؤ صائمی ــــــ ساری دیواریں مسمار کر دو یہاں تک کہ

کوئی شیشے کی دیوار بھی ہمارے درمیان حائل نہ ہو، پتھر کی مورتی بن کر نہ رہ جاؤ

تمہاری بے حسی سے، تمہاری اجنبیت سے میرے احساسات پر ضرب لگتی ہے —— کتنے پیار سے وہ اسے منانے کا جتن کر رہے تھے ——

صائمی آؤ ——

وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی ——

آؤ صائمی —— میرا دل نہ توڑو ——

لیکن وہ بڑھتی رہی ——

کمرے میں پہنچ کر اس نے اندر سے کمرے کو بند کر لیا ——

کچھ دیر وہ وہاں کھڑے رہے اور پھر لوٹ آئے، تم کس دیس کی شہزادی ہو صائمی —— میں تمہاری ہنسی میں اپنی خوشی ڈھونڈ رہا ہوں، کتنا پاگل ہوں میں

میرے نصیب ایسے کہاں ——

جاؤ صائمی اب میں بھی اس آگ میں اکیلا جلتا رہوں گا، تمہیں خبر تک نہ ہو گی۔ ——

---

(۱۴)

کئی روز بعد سیمی آنکلی ______ دونوں ایک دوسرے کو لپٹ گئیں گلے شکوے ہوئے ___ سیمی نے بتایا کہ اس کی شادی ایک ہفتہ بعد ہونے والی ہے تو صائمہ کے چہرے پر سوگواری مسکراہٹ پھیل گئی ______

آؤ گی نا ______ سیمی نے کہا

ہاں آؤں گی ______ وہ مسکرائی

بوڑھا چائے لے آیا ______

وقار صاحب کہاں ہیں ____ سیمی نے پوچھا

چلے گئے کہیں، مجھے پتہ رکھنے کی ضرورت نہیں ______

یہ تمہاری زیادتی ہے ______

ہاں اب تو میں سمجھتی ہوں کہ میری زیادتی ہے ______ صائمہ نے شکست خوردہ سی آواز میں کہا۔

تو پھر صلح کر لو ______

یہ نہیں ہوگا ______

کبھی انہوں نے کوشش کی ______

بہت ______

تو ______

میں نے ٹھکرا دیا ______

تم ہو کیا ______

کچھ بھی نہیں ______

یہ بات تو نہیں ______ تم اپنے آپکو جانے کیا سمجھتی ہو۔ سیمی نے ہنس کر کہا۔

بس وقار کو دیکھتے ہی رلانے کو جی چاہتا ہے ______
خواہ مخواہ ______ سیمی نے کہا۔ ______

یوں ہی سمجھ لو ______
سمجھ میں نہیں آتا کہ کس مٹی کی بنی ہو ______
خواہشات کی تکمیل جو نہ ہو سکی ______
اب جبکہ تم نے مراد کو بھی بتا دیا سب کچھ۔ اب تو یکطرفہ چلنا ہی نا
سیمی نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی ______
مراد کو مجھ سے محبت نہ ہے ______ صائمہ کھوکھلی سی آواز میں بولی۔
اور وقار صاحب کی ______ ؟
شاید انہیں بھی ہو ______
کب تک الجھی رہو گی ______
جب تک بجھ نہ جاؤں گی ______

مراد کا خیال اب دل سے نکال دو ______
یہ ممکن نہیں ہے سیمی ______ مجھے اس سے محبت ہے جنوں کی حد تک ______
سنا ہے وہ اگلے ہفتے جا رہا ہے ______ سیمی نے گویا اُس کے سر پر
ہتھوڑا مار دیا ہو ______
کیا کہہ رہی ہو تم ______
ہاں سچ کہہ رہی ہوں، وہ کل ہی تو مجھے ملا تھا، میں نے بلکہ کہا کہ میری شادی تک
رُک جائے ______ مگر ______ وہ رک گئی ______
پھر ______ صائمہ بے تاب لہجہ میں بولی ______
کچھ نہیں ______ سیمی گھبرا گئی ______
بتاؤ نا ______ صائمہ تڑپ کر بولی ______
وہ کہنے لگا، اب یہاں میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں ہے ______ اُس

نے اپنی کوٹھی بھی بیچ دی ہے۔ ——————

مراد چلا جائے گا —— چلا جائے گا —— صائمہ پہ پھر جنونی سی کیفیت طاری ہو گئی ——————

جانے دو —— دُوری فاصلے بڑھادیگی —— اور پھر تم دونوں ایک دوسرے کو بھول جاؤگے —— سمی نے ہنس کر کہا۔ ——————

کچھ دیر بعد سمی تو چلی گئی لیکن صائمہ کو لگا جیسے روح کی وادی سونی ہو گئی ہو تمنّا پامال کرگئی ہے ——————

اس کے دل میں ہیجان سا برپا تھا —— مراد چلا جائے گا وہ کبھی مراد کو نہ دیکھ سکے گی۔ ——————

اور میں —— تھکے قدموں سے ناکامی کی لاش کو اٹھائے جانے کب تک بھٹکتی رہوں گی ——————

جانے کب تک میری زندگی کی ناؤ ہوا کے رحم وکرم پر بہتی رہے گی، یکایک ایک خیال اس کے دماغ میں ہلچل مچا گیا، ساحل سے اس کشتی کا فاصلہ ہی کتنا ہے۔ اپنے خیال پر وہ آپ ہی سانپ گئی۔ ——————

---

(۴۲)

مراد نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ آخری بار اس سے مل لے ــــــ

اور مراد کی پسند کے کپڑے پہنے بالکل اسی طرح بالوں میں کلیوں کا گجرا لگائے اس سے ملنے جا رہی تھی ــــــ روتی سسکتی ہوئی ــــــ محبت کے جنازے کو کندھا دینے ــ آخری بار ــــــ مراد نے اسے ہوٹل میں بلوایا تھا ــــــ

جب وہ وہاں پہنچی تو وہ باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا ــــــ

میں نے سوچا شاید نہ آؤ ــــــ اسے دیکھ کر مراد پھیکی روکھی مسکراہٹ کے ساتھ بولا ــــــ

جواب میں اس کی آنکھوں سے دو موتی ابل پڑے ــــــ

چلو آؤ ــــــ وہ اسے ہوٹل کے ہال میں آخری کونے میں لے گیا جہاں مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی ــــــ

کچھ دیر وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے ــــــ صائمہ سوگوار اور لٹی لٹی سی تھی، مراد غمگین اور اجڑا اجڑا سا ــــــ

میں جا رہا ہوں ــــــ

جانتی ہوں ــــــ

سوچا تم سے آخری بار ملوں ــــــ

اس کرم کا کس زبان سے شکر یہ ادا کروں ــــــ

اور سوچا تم سے اپنی زیادتی کی معافی بھی مانگ لوں ــــــ

نوازش ہے آپ کی ــــــ بھرائی ہوئی آواز میں صائمہ بولی.

تو معاف کر دیا ــــــ وہ مسکرایا ــــــ

مجھ بدنصیب کو کسی سے کیا گلہ ــــــ وہ لڑکھڑائی ہوئی آواز میں کہنے لگی.

صائمی ــــــ

کتنے دن بعد پہنچو گے ــــــ صائمہ نے پوچھا.

کتنے دن بعد پہونچو گے — صائمہ نے پوچھا —

بر سوں جا رہا ہوں — دو دن بعد پہونچ جاؤں گا —

تم بعد میں پہنچو گے، اور میری موت کی خبر پہلے —

صائمہ — مراد چونک گیا

ہاں —

یہ بزدلی ہے —

میں بزدل ہی اچھی — تم تو بہادر ہونا — وہ ہنس دی۔

جو ہونا تھا ہو چکا، اب حالات سے سمجھوتہ کر لینا ہم دونوں کیلئے بہتر ہے، مراد دھیمی آواز میں بولا۔

مراد — سوچا تھا تم آؤ گے، مجھے نئی زندگی دو گے مگر تم نے بھی میرے لئے موت ہی کو مناسب سمجھا —

صائمہ — وہ شکست خوردہ سی آواز میں بولا — جاؤ صائمہ خوش رہو۔

صائمہ جو کچھ تم چاہتی ہو، اس کا انجام بہت بھیانک ہے۔ وہ ڈری ڈری سی آواز میں کہنے لگا

تم انجام کا ہی کہتے ہونا — بہت سارے انجام ہیں، یہ بھی تو ہے کہ میں خود ہی نہ رہوں — نہ یہ روز روز کا مرنا — ایک بار ہی مر جانا اچھا ہے نا

مراد — وہ بہکی بہکی سی لگ رہی تھی۔ —

صائمہ — تم — تم کہتی ہو تو — اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا۔

پھر وہ ڈری ڈری سی آواز میں کہنے لگا — تم جو کہتی ہو میں اس کے لئے تیار ہوں مگر — مگر — پروفیسر صاحب سے تمہیں بات صاف کرنی ہوگی —

مراد — اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ —

ہاں — تو اگر تیار ہوں تو — وہ ہانپ رہا تھا

مجھے یقین ہے مراد، میں جو کہوں گی، وہ مان جائیں گے — میں انہیں منالوں گی، میں ان سے صاف صاف بات کر لوں گی — بالکل صاف۔ — وہ خوشی سے دیوانی سی لگ رہی تھی۔ مگر مراد کی حالت یوں ہو رہی تھی جیسے اس نے کسی کو قتل کیا ہو۔

مراد گھبراؤ نہیں — ہماری زندگی بڑی اچھی گزرے گی۔ —

ایک چھوٹی سی دنیا — جہاں میں اور تم — مراد تم سوچ میں کیوں پڑ گئے۔

میں سوچ رہا ہوں صائمہ — یہ خود غرضی — وہ ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے بولا۔ —

سب کچھ بھول جاؤ، صرف اپنے اور میرے بارے میں سوچو۔ صائمہ کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

مراد مجرم سا لگ رہا تھا — اور وہ خوش تھی بے پناہ —

تو پھر مراد — تم میرا ٹکٹ لے لینا —

صائمہ — وہ تذبذب کی حالت میں تھا —

پرسوں کا ارادہ ہے نا — ٹھیک ہے — اب میں یہاں بالکل رکنا نہیں چاہتی — میں کل اپنی تیاری مکمل کرلوں گی اور پرسوں —

اس کی آنکھیں بند ہوگئیں — مراد کا جھکا ہوا سر اٹھا

پروفیسر صاحب تیار ہوئے تو —

وہ میری کوئی بات نہیں ٹالتے — آنکھیں بند کیے وہ بولی —

لیکن — اس یاترا میں جانے کیا تھا — دونوں ہی پریشان ہو گئے۔

وہ کھو سی گئی —

اس کے سامنے دفار کا اجڑا اجڑا سا چہرہ تھا —

صائمہ — مراد آہستہ سے بولا —

تب اس نے دفار کا خیال جھٹک دیا۔ —

(۴۳)

صائمہ اس فیصلے پر اتنی عجلت سی پہنچ گئی ـــــ جیسے کوئی مسافر راہوں
کی گرد سے دامن چھڑا کر ایک ایسی منزل کے روبرو ہو جس کی اسے تمنا ہو، آرزو ہو، ارمان
ہو ـــــ مگر وہ اچانک ٹھٹھک جائے ـــــ کیونکہ منزل کا شیش محل اتنا قریب
دیکھ کر اس کا دل ـــــ اس کا دماغ یہ سب کچھ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکے
ویرانیوں کی بستی ـــــ کانٹوں کی گزرگاہوں ـــــ زہر میں بجھی فضا سے نکل کر ـــــ
صائمہ ـــــ خوشبوؤں کے شہر پھولوں کی سرزمین، اور امرت برساتی کائنات کی
آغوش میں جانا چاہ رہی تھی. اس کے قدم اس دنیا کے لمس کے لئے بے چین تھے مگر
وہ ـــــ اس کا ذہن ایک دھچکے کے ساتھ رک گیا ـــــ شاید اتنی بڑی
خوشیاں اس کے لئے ناقابل یقین، ناقابل فہم ہو چکی تھیں ـــــ اس نے گھر پہ نظر دوڑائی
برآمدے میں اڑتی ہوئی خاک میں اسے اپنا وجود نظر آنے لگا جیسے اس کا جسم اس خاک
میں مل کر ہوا میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا، اس نے دیکھا کہ اڑنے والی خاک پھر وہیں واپس
آ جاتی ـــــ یہ گردش صائمہ کے لئے خوش کن منظر نہ تھا، اس نے پچھلے برآمدے
کے پیچھے اڑے ہوئے رنگ والے دروازوں کو دیکھا، اور ان دروازوں کے قریب
ہی اس کی نظر پڑی، دیکھا وقار تھے، کتنی دیر سے کھڑے تھے وہ اداس اداس.
اس نے چاہا کہ وہ جا کر وقار سے کہہ دے مگر ـــــ اس کی ہمت نہ پڑی

کیا کہوں ـــــ کیسے کہوں ـــــ وہ ڈر سی گئی. ـــــ

نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے وہ اس کے قریب آ گئے. ـــــ صائمہ -

جی ـــ جی ـــــ اس نے نگاہیں اٹھائیں ـــــ

گرمی بڑھ چلی ہے، تم کہو تو کچھ دن کے لئے پہاڑ پہ چلے چلیں

وقار کے لہجے میں وہی پیار ـــــ وہی اپنائیت سی تھی

صائمہ ہراساں سی نظر آنے لگی ـــــ

تم نے جواب نہیں دیا ـــــ وہ مسکرائے

جی —— میں —— میں —— وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی ——

گھبرا کیوں رہی ہو —— طبیعت ٹھیک ہے نا —— وقار پریشان ہو گئے ——

ٹھیک ہے —— وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی ——

تو پھر ——

وقار صاحب —— وہ اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے بڑی دور سے چل کر آ رہی ہو ——

تو پھر میں لکھ دوں —— وقار بولے

کیا —— وہ سہمی ہوئی بولی۔

وہاں میرے ایک دوست ہیں، انہیں لکھ دیتا ہوں کسی اچھے سے بنگلے کا انتظام کر دیں —— میں سمجھتا ہوں کچھ پریشانی سے نجات مل جائے گی ہے نا ——

جی ؟ —— وہ تڑپ اٹھی ——

ہاں بھئی تم نہیں جانتیں ... تم مجھے کتنی پیاری ہو —— تمہیں پریشان دیکھ کر میں لرز جاتا ہوں —— ان کی سانسیں بے قابو سی ہو گئیں ——

ذرا جاؤ —— مگر —— وہ بستی گھر کی تھی ——

پہاڑ کی ہوا تمہیں راس آئے گی —— وقار مسکرائے ——

اور اس نے وقار کی طرف دیکھ کر یوں محسوس کیا جیسے انہوں نے اس کی قوت گویائی چھین لی ہو اس کی حالت اس وقت اس ناگن کی سی تھی جس کا منہ کسی نے جکڑ لیا ہو وہ پھنکارنا چاہتی تھی ڈس لینا چاہتی تھی لیکن —— وقار مسکرا رہے تھے

اور ان کی مسکراہٹ نے وہ ساری طاقت چھین لی —— تب ——

وہ کچھ بھی نہ کر سکی، اور گھبرا کر باورچی خانے کی طرف لوٹ گئی جہاں دودھ جوش کھا کر ابال کو گھول پر گر کر آگ کو ٹھنڈا کر رہا تھا ——

اس نے ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا، اور اپنی شکست پر تلملا کر رہ گئی۔

(۴۴)

صبح اسے مراد کا خط ملا ــــــــ اس نے لکھا تھا

صائمہ! ـــــــــــــــ

تمہارا پاسپورٹ بنوانے میں چار دن اور لگیں گے ــــ اس عرصہ میں تم اپنی تیاری بھی کر لو اور پروفیسر صاحب سے مفصل بات بھی ــــــــــــ

ــــــــ تمہارا مراد

مراد کے خط نے اس کے ارادے مضبوط کر دیئے۔ ــــ اسے محسوس ہوا کہ وہ تنہا نہیں ہے ــــــ کوئی اور بھی ہے جسے وہ پا لے گی، اور پھر اس کا دامن موتیوں سے بھر جائے گا ـــــــــــ

تاریک راہوں میں قمقمے سے جل اٹھے ــــ ایک نیا اور انوکھا احساس اس کی رگ رگ میں بجلی ہوئی آگ کی مانند دوڑ رہا تھا، اس احساس کو وہ کوئی نام تو نہ دے سکی لیکن یوں آسودہ ہو گئی ــــ جیسے اپنی منزل پہ پہنچ گئی ہو ـــــــــــ

مراد ـــــــــــ اس کے لب کپکپائے ــــــــــــ

اتنی محبت ــــ اتنی اپنائیت سے تم نے میرے لئے خوشبوؤں کے دروازے کھول دیئے ہیں ــــ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے جئیں گے، یہ انقلاب سی ٹھوکریں ننگا ہیں، رسم و رواج کی آہنی زنجیریں محبت کے سیل میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گی

مراد ــــــ تم نے مجھے دکھوں کے گرداب سے نکال کر سکھ کے ساحل پر لا کھڑا کیا ہے ــــــــــ

جیسے اس کے کان میں کسی نے کہا ــــــ یہ دنیا ـــــــ دنیا کیا کہے گی ــــ

ہونہہ ـــــــ یہ سماج ــــــــ اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا

یہ سماج، اس کا کیا ہے ــــــــ یہ ہمیشہ سدھرتا ہی رہتا ہے، بگڑتا ہی رہتا ہے سماج کو سماج سدھارتا ہے ــــــ جیسے چور چوری سے گیا نہ ہیرا پھیری سے نہیں گیا۔

اور یہ دنیا والے ــــ اٹھتے پر نخراب ڈال کر مسجد میں جاتے ہیں اور خدا سے کہتے ہیں

یا اللہ ہمیں گناہ سے نجات دلا ——

اور پھر اُسی خدا سے نظر بچا کر مسجد سے ہی چیزیں چرا لیتے ہیں۔ ——
ان دنیا والوں کا کیا ہے، جب ان کا جی چاہے گا۔ آج کسی کے ہونٹوں کو گلاب سے تشبیہہ دیں گے ——

اور جب ان کا رس پیتے پیتے تنگ آ جائیں گے، اکتا جائیں گے تو ان پر سیاہ رنگ تھوپ دیں گے اور اعلان کر دیں گے جو ان ہونٹوں کو چھوئے گا مر جائے گا —— ہونٹ تو وہی رہے ——

مفہوم بدل گیا —— گلاب زہر بن گیا ——

مجھے ان دنیا والوں کی پرواہ نہیں ——

کندھے جھٹکتی ہوئی وہ غسل خانے میں چلی گئی ——

نکھری نکھری سی جب وہ غسل خانے سے باہر نکلی تو اس کی نظر سامنے ریڈیو سیٹ پر پڑی ہوئی وقار کی تصویر پر جم گئی۔ —— ایک بجھی بجھی سی مسکراہٹ ——، گہری گہری آنکھیں —— خاموش خاموش سا چہرہ ——

گیلے بالوں میں کنگھا کرتی ہوئی وہ پروفیسر کی تصویر سے نظریں چرانے لگی۔ —— اس کے سامنے آئینہ تھا —— اپنا عکس دیکھ کر وہ مسکرا کر رہ گئی بڑی بڑی آنکھوں میں خمار کے ڈورے —— اس نے دیکھا آئینے کے پیچھے وقار کی تصویر ہے —— وہ گھبرا سی گئی —— اور اپنی زلفوں کو جھٹکتی ہوئی آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی —— دفعتاً میز پر رکھے ہوئے ایک خوش رنگ پیڈ نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا —— دھڑکتے دل سے اس نے پیڈ اٹھایا جس پر وقار کی تحریر تھی ——

—— صائمہ —— میری جان ——

—— میری اُجڑی زندگی کو —— بے ربط زندگی کو کب اپنی سانسوں سے مہکاؤ گی صائمہ میں تمہارے بغیر جی نہ سکوں گا —— مر جاؤں گا ——

اس کے دل کی دھڑکن جیسے رک گئی ہو —— آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔

اوراس اندھیرے میں ہیڈ پہ لکھے ہوئے حروف دھندلا گئے ــــ حروف
کیڑے مکوڑوں کی طرح ہیڈ پر رینگتے نظر آئے ــــ اسے کپکپی سی آگئی ــــ اس
کے دل کو کوئی چٹکیوں سے مسل رہا تھا، اور دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے ــــ
سارا کمرہ گھوم رہا تھا ــــ ہر شے رقص کر رہی تھی ــــ وہ لڑکھڑائی ۔
اور پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہوئی مسہری کی طرف بڑھی، سامنے
ریڈیو سیٹ پر وقار کی تصویر تھی ــــ
وقار مسکرا رہے تھے ــــ اور وقار کی مسکراہٹ میں اسے ایک طنز کا
احساس ہوا ــــ جو اس کی بے بسی پر مسکرا رہا تھا ــــ اس کی کنپٹیوں میں
خون تیزی سے گردش کرنے لگا ــــ اس نے تصویر کو اٹھا کر فرش پر دے
مارا ــــ ایک چھناکے کی آواز ہوئی ــــ اور سارا کمرہ گونج گیا ۔
اس گونج میں اس کا وجود لرز اٹھا ــــ وہ تصویر کی طرف دیکھنے لگی
جو فرش پر پڑی ہوئی تھی ــــ فریم کا شیشہ ٹوٹ کر بکھر گیا ــــ
شیشے کے کچھ ٹکڑے فریم میں لگے ہوئے تھے ــــ وقار پھر بھی مسکرا رہے تھے
اسے ایسا لگا جیسے یہ بکھرے ہوئے شیشے کے ٹکڑے نہ ہوں بلکہ اس کے دل کے
ٹکڑے ہوں ــــ اور دل کا حصہ اب بھی وقار کی تصویر کے ساتھ چپکا ہوا ہو ۔
اس نے بڑھ کر فریم کو اٹھا لیا ــــ اپنی ہتھیلیوں اور سینے کے درمیان اس زور
سے بھینچا کہ شیشہ اس کے ہاتھوں میں پیوست ہو گیا ــــ
خون کی لکیریں ابھر آئیں ــــ خون رس رس کر زمین پر گرنے لگا ۔
اپنی جلد پر خون کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے اسے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا ۔
دفعتہً اسے اپنی آنکھوں میں نمی کا احساس ہوا ــــ جیسے یہ سکون، طوفان کا پیش خیمہ تھا
تب وہ گھٹنے کے بل گری ہوئی ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی، سارا جسم لرز رہا تھا ۔
کمرے کی فضا اس کی سسکیوں سے لرز رہی تھی اور اسی لمحے اسے اپنی زلفوں میں کسی کی انگلیوں کا
لمس محسوس ہوا کوئی اس کے بالوں سے کھیلتا ہوا تھپکیاں دے رہا تھا ــــ
اس نے سر اٹھا کر دیکھا ــــ

تو ــــــــ

وقار مسکراتے ہوئے ــــ بالوں سے کھیل رہے تھے ــــــــ

چند لمحے وہ وقار کو دیکھتی رہی، پھر اچانک علیحدہ ہو گئی۔ اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی

ــــــــ

کیا ہوا صائمہ ــــــــ وقار کے لہجے میں بے پناہ پیار تھا ــــــــ

وہ ــــ وہ ــــــــ

کچھ کہو بھی نا ــــــــ

وہ ــــــــ وہ تصویر ٹوٹ گئی ــــ بھرائی آواز میں وہ بولی

تو کیا ہوا ــــــــ وقار اٹھ کر اس کے قریب آ گئے ــــــــ

نہیں ــــ نہیں ــــــــ

وقار ہنس پڑے ــــــــ اور پھر جب اُن کی نظر صائمہ کے ہاتھوں پر پڑی جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا

ــــــــ

ارے ــــ یہ کیا ــــــــ اس کی ہتھیلیوں کو چومتے ہوئے انھوں نے اپنا سر ان ہتھیلیوں پر رکھ دیا ــــــــ اور صائمہ کا جسم پسینے پسینے ہو گیا

وہ سرخ انگاروں جیسی آنکھوں سے انھیں گھور رہی تھی ــــــــ

وقار مسکرا رہے تھے اور اس کی اپنی قوتِ گویائی بند ہو چکی تھی

آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ــــ زندگی کے حسین آبگینے چھنچھنے ہوئے محسوس ہونے لگے ــــ ذہن روح فرسا خیالوں کے اندھیروں میں بھٹکنے لگا۔

اس نے چاہا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے، لیکن اسے اپنے قدم سو سو من کے لگنے لگے۔

صائمہ ــــــــ وقار نے سرگوشی کے انداز میں اُسے پکارا ــــ

تمہارے بغیر زندگی بے کیف ہے مجھے جُدائی کی چبھن نہ دینا ــــــــ

لاج رکھ لو ــــــــ میری محبت کی لاج رکھ لو صائمہ ــــــــ

اسے وقار کے یہ الفاظ اپنے پاؤں کی زنجیر کی جھنکار سنانے لگے ــــــــ

صائمہ ــــ زندگی کے تپتے ہوئے صحراؤں میں گھٹ رہا ہوں میرے پیروں میں چھالے پڑ

گئے ہیں ــــ اب تاب نہیں مجھے سہارا دو
تمہاری ان زلفوں کے سائے میں اپنی اُلٹی ٹوٹتی سانسوں کو مہکا دوں گا۔
وقار صاحب ــــ بمشکل وہ بولی

کہو ــــ

آپ مجھے بھول جائیں ــــ

ناممکن بانشہ ــــ

یہ فاصلے ختم نہیں ہو سکتے ــــ
تم چاہو تو لمحہ بھر میں ختم ہو جائیں گے، دلوں کے فاصلے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔
مجھے ــــ نفرت ــــ اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔
صائی نفرت اور محبت میں صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے ــــ
میں ــــ جلد ہی کوئی فیصلہ کر لوں گی ــــ وہ
اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے بولی ــــ
مجھے اپنی محبت پر اعتماد ہے ــــ وہ اس کی ٹھوڑی چھوتے

ہوئے بولے۔ ــــ
اس کے قدموں میں پھر لرزش آگئی ــــ
دماغ پر بوجھ نہ ڈالو صائمی ــــ لاؤ میں تمہارے ہاتھوں پر پٹی کر دوں۔
میں خود کر لوں گی ــــ وہ چڑ گئی۔ ــــ
میں پٹی کر دوں گی تو زخم جلدی بھر جائیں گے ــــ وقار ہنس دیئے۔
اور وہ پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی ــــ

---

(۴۵)

وقار اپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے گزشتہ واقعے کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہے تھے، کبھی سوچتے ـــــ یہ فریب آرزو تو نہیں ـــــ کبھی خیال آتا یہ سب وہم ہے ـــــ یہ سب دھوکا ہے ـــــ بھلا کیسے ممکن ہے ـــــ

عمران کے دل کو یقین آنے لگا ـــــ میری تصویر ٹوٹ گئی ـــــ اسکے ہاتھ لہو لہان ہو گئے ـــــ وہ رونے لگی ـــــ اُسے تصویر ٹوٹنے کا رنج ہوا ـــــ اس کے دل کے کونے میں کہیں میں چھپا بیٹھا ہوں، ہاں ـــــ ہاں ـــــ حسن نے عشق کو آواز دی ہے ـــــ

ـــــ بہار نے تمناؤں کو گلے لگایا ہے ـــــ تصورات کی ابابیلیں خیالوں کے آسمان پر اُڑتی ہوئی نہ جانے کہاں سے کہاں جا نکلیں ـــــ

ـــــ یکایک وہی ملکوتی آواز اُن کے گوشِ احساس پہ غزل چھیڑ گئی، ان کے پاوں برقی سرعت سے صائمہ کے کمرے کی طرف بڑھے ـــــ دل کی دھڑکنیں تیز تر تھیں. سانس پھولنے لگی ـــــ سانسوں کی لویں جلنے لگیں ـــــ آرزوں کے رنگ محل میں ایک دم ہزاروں شمعیں روشن ہو گئیں ـــــ تمناؤں کی کلیاں نکہت بار ہونے لگیں ـــــ آشاؤں کے دیپ دل کے نہاں خانوں میں جگمگانے لگے. دل لرزاٹھو دھڑکنوں کے شور میں سماعت کی تمام تر قوتیں انھیں نیم جاں نظر آنے لگیں.

ـــــ اندر صائمہ مراد سے باتیں کر رہی تھی ـــــ وہ دونوں بیحد خوش تھے ـــــ دونوں ہی مسرتوں کا جھومر بنے ہوئے تھے ـــــ وہ کلیوں کی طرح نکھری نکھری آئیندہ زندگی کی باتیں کر رہی تھی ـــــ مراد ہنس رہا تھا ـــــ

صائمہ کہہ رہی تھی ـــــ میں وقار سے بات کرنے حوصلہ نہیں پاتی ـــــ تمہیں پروفیسر صاحب سے صاف صاف بات کرنا ہوگی ـــــ مراد بولا تم بات کرو نا ان سے ـــــ

میں کیسے بات کروں ——— وہ گھبرا سا گیا ———
بس کہدو کہ ہم دونوں جانا چاہتے ہیں ———
نہیں، نہیں ——— میں ان سے بات نہیں کر سکتا ———

پھر ———

تم ہی ہمت کرو ———
میں نے کئی بار کوشش کی مگر ——— مگر میں کچھ بھی نہ کہہ سکی ———
پاسپورٹ بن گیا ہے ——— اب دیر صرف تمہاری وجہ سے ہو رہی ہے
تو میں آج ہی ان سے بات کروں گی ——— صائمہ کی آواز سہمی سہمی سی تھی۔
اس سے آگے وہ کچھ نہ سن سکے ——— مراد کو جاتے انھوں نے دیکھ لیا
اور لڑکھڑاتے ہوئے اپنے کمرے میں واپس آ گئے ———
آج کمرے کی بے بس تنہائیوں پر انھیں ترس آنے لگا تھا ان کی
حالت عجیب سی ہو رہی تھی ——— کبھی ابھر کر آسمان کی بلندیوں سے کھو جانے
اور کبھی وہ ڈوب کر سمندر کی گہرائیوں میں گوہر آرزو تلاش کرنے لگتے ———
سوچوں کے بھنور ——— خیالوں کے شعلے الاماں ——— تڑپ
جلن ——— کسک ———
——— وہ ماحول کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے تھے ——— صائمہ کمرے میں نہیں تھی۔
کہاں گئی ———
اس کی حالت بھی ڈانواڈول سی ہے ——— وہ بھی تو میری طرح لے جینے کے
سمندر میں ڈوبتی ابھرتی رہتی ہے ——— شاید بچوں کے پاس ہو ———
بچے سو رہے تھے ——— منا جھولے میں سو رہا تھا۔ ———
اور دونوں بچے اپنے بستروں پر ——— تو صائمہ کہاں گئی ؟
گھبرا کر باہر چلے گئے۔ ——— دیکھا ڈرائینگ روم کی بتی جل رہی تھی۔
ڈرائینگ روم کے دروازے پر وہ ٹھٹھک گئے، ایک انجانے خوف سے انھیں
اپنا سارا وجود کانپتا، لرزتا ہوا محسوس ہوا ——— چہرے پر پسینے کے قطرے اس طرح ابھرے

جیسے یخ بستہ پانی کے گلاس کی بیرونی سطح پر ننھے ننھے موتی شیشے کا سینہ چیر کر باہر نکل آئے ہیں ـــــــ

تشنگی ـــــ انھیں جکڑتی رہی ـــــ راستے بھاگتے رہے ـــــ اور منزل کھو گئی ـــــ رات بیت رہی تھی ـــــ اداس اور طویل ـــــ لمبی اور تاریک ـــــ ان کی سوچیں تھک گئیں ـــــ وہ تھک گئے زندگی تھک گئی ـــــ

(۴۶)

خالہ امی ـــــ رانو بولی ـــــ

کیوں ـــــ

کہانی سنائیے ـــــ

مجھے کوئی کہانی یاد نہیں ـــــ وہ بے دلی سے بولی ـــــ

نہیں خالہ امی میں کہانی ضرور سنوں گی ـــــ رانو مچل گئی

او بیٹی، میں کہانی سناؤں ـــــ وقار آہستہ سے بولے۔

صائمہ چونک گئی ـــــ

کونسی کہانی سنے گی میری بیٹی ـــــ وقار نے رانو کو گود میں بٹھا لیا۔

چڑیا کی ـــــ

چڑیا کی ـــــ ؟ وہ پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولے ـــــ

ہاں، وہ جس نے تنکوں سے گھر بنایا تھا ـــــ رانو ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے بولی ـــــ

وہ مجھے نہیں آتی ـــــ وہ آہستہ سے بولے ـــــ

میں بتاؤں ابا ـــــ پپو اپنی کتاب پرے پھینک کر قریب آگیا۔

ہاں ـــــ

وہ چڑیا تھی نا ـــــ اس نے تنکے جوڑ کر ایک گھر بنایا تھا ـــــ اس نے سوچا

وہ یہاں آرام کرے گی ـــــ اپنے بچوں کو پالے گی ـــــ
مجھے پتہ ہے پپو ـــــ ایک روز زور کی آندھی آئی اور چڑیا کا گھر تباہ ہو گیا ـــــ رانو درمیان میں بول اٹھی ـــــ وقار اور صائمہ کی نظریں ملیں۔ بچے کھلکھلا کر ہنس پڑے ـــــ
خالہ امی ابو کو کوئی کہانی نہیں آتی ـــــ رانو نے ابو کا مذاق اڑایا
پپو ہنس پڑا ـــــ اور صائمہ چور بنی باہر نکل گئی ـــــ
بچے کھیلنے لگے ـــــ وہ اپنا سامان سمیٹ رہی تھی
وقار اپنے کمرے میں بیٹھے کتاب میں گم تھے ـــــ وہ کئی بار اندر آئی کئی بار باہر نکلی ـــــ مگر کچھ نہ کہہ سکی ـــــ
کیا بات ہے صائمہ ـــــ وقار اس کی بے چینی کو سمجھ رہے تھے
میں ـــــ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ بمشکل بولی۔
کب کی سیٹیں بک ہوئی ہیں ـــــ وہ کتاب پر نظریں جمائے ہوئے بولے۔
اور وہ بری طرح چونک گئی ـــــ
کیا ـــــ کیا مطلب ـــــ وہ ہکلاتی ہوئی بولی ـــــ
میرا مطلب ہے کب جا رہی ہو ـــــ ان کا لہجہ سپاٹ تھا
جی ـ جی ـــــ وہ ـــــ
تم اپنی مرضی کی مالک ہو صائمی ـــــ ایک زخمی سی ہنسی ان کے ہونٹوں پر رینگ رہی تھی ـــــ
مگر ـــــ وہ ـــــ وہ ـــــ
تمہاری خوشی میری خوشی ہے ـــــ اپنا دل مٹھی میں لیے وہ بولے۔
میں ـــــ میں ـــــ
جاؤ اللہ کرے تم سکھی رہو ـــــ
وہ ـــــ وہ ـــــ
مگر ـــــ وہ ـــــ وہ ـــــ

تم وہاں جاکر مجھے ایڈریس بھیج دینا   ہیں   ہیں   تم
جو چاہو گی   جیسے چاہو گی کروں گا   اپنی آنکھوں کی نمی چھپائے
ہوئے وہ بولے.   صائمہ گم صم تھی   اسے شکستہ سا ہو گیا تھا.
جاؤ دل رنجیدہ نہ کرو   وہ آہستہ سے بولے.
یہ بچے   وہ سہمی سہمی سی بولی.
اپنے ذہن پر بوجھ نہ ڈالو   وہ آہستہ سے ہنسے
ایسی ہنسی
جس میں بے چارگی تھی   تشنگی تھی   چاہت تھی   پیار تھا
تسلی تھا   دعا تھی

وقار
صائمہ کو یوں لگا جیسے وقار کے اس رویے نے اسے پستیوں میں پھینک
دیا ہو   جیسے اس کی ہر بات کہہ رہی ہو   صائمہ تم بہت
نیچی ہو   اور میں بہت اونچا ہوں
اس رویے سے اس کی آنکھیں بھر آئیں
جانے کیوں   اپنے آنسوؤں کی وجہ وہ نہ سمجھ سکی.
پگلی اب کیوں روتی ہو   ان کے لہجے میں اپنائیت اس کے
دل میں نشتر چبھو رہی تھی
وقار صاحب   وہ تڑپ تڑپ گئی
صائمہ   مجھے بھی افسوس ہے کہ میں نے تمہیں ہمیشہ پریشان کیا ہمیشہ
دکھ دیئے   تم پر جبر کیا   وہ اپنے آنسو چھپاتے ہوئے بولے.
اس نے وقار کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ عظمت کا ایک مینار تھے.
مجھے   مجھے معاف کر دینا   ذہنی کرب ان کی آنکھوں میں سمٹ آیا.
خالہ امی   رانو جو سہمی کھڑی تھی اس کے پاؤں سے لپٹ گئی اس نے
رانو کو سینے سے لگا لیا.

خالہ امی مجھے بھی ساتھ لے چلو گی ——
رانو جاؤ کھیلو —— پریشان نہ کرو —— جاؤ —— وقار
نے رانو کو آہستہ سے الگ کیا ——
رانو —— صائمہ سسک پڑی ——
اور وقار اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے باہر نکل گئے —— اور صائمہ
پاگلوں کی طرح بچوں کو پیار کرنے لگی ——
کپڑے وہ سمیٹ چکی تھی —— الجھی الجھی —— تھکی
تھکی ادھر سے ادھر پھر رہی تھی —— اسی لمحے مراد آ گیا ——
وہ پیلی زرد پڑی ہوئی تھی —— یوں جیسے سارے جسم کا خون نچڑ
گیا ہو ——
صائمہ صبح صبح جہاز فلائی کرے گا —— مراد بولا ——
میں ٹیکسی لے آؤں گا ——
اس نے کچھ بھی نہ کہا —— مراد چلا گیا ——
اس کے جوش اور ولولے میں پھر تازگی آ گئی —— اور وہ اپنی تیاری کرنے لگی۔
صبح صبح اس نے کپڑے بدلے، اپنا سامان ایک طرف رکھا ——
بچے ابھی وقت اٹھے تھے ——
خالہ امی —— آپ پھر کبھی نہیں آئیں گی —— ؟ —— پپو
آنکھیں ملتے ہوئے اس کے قریب آ گیا۔ —— وہ خاموش تھی ——
نانا اماں بھی چلی گئیں —— امی بھی چلی گئیں —— آپ بھی
جا رہی ہیں —— پپو روندھی ہوئی آواز میں بولا۔ ——
پپو خالہ امی کو پریشان نہ کرو —— ابو کہتے ہیں —— رانو
آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گراتے ہوئے بولی۔ ——
بیٹی خالہ امی کو پریشان نہ کرو —— ابو کہتے ہیں —— رانو آنکھوں

سے موٹے موٹے آنسو گراتے ہوئے بولی ـــــــ
بھٹی منے کو بخار ہے ـــــــ بوڑھا نوکر آہستہ سے بولا ـــــــ
ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ پھر ـــــــ وقار آہستہ سے بولا ـــــــ
ان کی آنکھیں بھاری بھاری تھیں ـــــــ جیسے ساری رات نہ جاگتے رہے ہوں ـــــــ
صائمہ ـــــــ وقار آہستہ سے بولے ـــــــ
میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے ـــــــ ورنہ میں ـــــــ ایئرپورٹ تک جاتا
بس کیجئے ـــــــ خدا کے لئے بس کیجئے ـــــــ مجھے پاگل کر دیں گے آپ ـــــــ صائمہ چیخی بچے سہم گئے ـــــــ
باہر ہارن کی آواز آئی ـــــــ
بابا ـــــــ سامان لے جاؤ باہر ـــــــ وقار بولے ـــــــ
صائمہ نے برستی ہوئی آنکھوں سے تڑپتے ہوئے دل سے بچوں کو سینے سے لگا لیا ـــــــ
خالہ امی نہ جائیے ـــــــ رافو نے اس کے پیر پکڑ لئے ـــــــ
میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا خالہ امی ـــــــ پپو اس سے لپٹ گیا ـــــــ بوڑھا نوکر آنکھیں پلو سے صاف کرتا ہوا باہر نکل گیا۔
وقار اس کے قریب آئے اور بولے ـــــــ جاؤ ـــــــ خدا حافظ
یہ لو ـــــــ یہ خط مراد کو دے دینا ـــــــ
انہوں نے ایک لفافہ صائمہ کی طرف بڑھایا ـــــــ
اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفافہ پکڑا ـــــــ اور روتے بلکتے بچوں کو چھوڑ آئی ـــــــ
ٹیکسی سڑک پر رینگنے لگی ـــــــ

اور بچوں کی چیخیں اس کے دماغ میں گونجنے لگیں ———

مراد خاموش تھا ——— اور وہ لرز رہی تھی ———

ایئرپورٹ آگیا ——— مراد نے اُسے سہارا دے کر اتارا

کہنے لگا ——— صائمہ ——— خدا کے لئے اب ان یادوں

کا پیچھا چھوڑ دو ———

سامان تلی ہے گئے ——— اس نے ریسپشن میں جا کر ضروری کارروائی

کی اور پھر اس کے قریب آگیا۔ ——— وہ ابھی تک گم صم تھی۔ ———

صائمی ——— اب ہنس بھی ——— مراد مسکراتے ہوئے

بولا۔ ——— قدرت کو ہمارا ملاپ منظور تھا نا ——— آج ہم نے

اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھ لی ——— وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا

ہوا بولا۔ ———

مائیک کی آواز نے صائمہ کو اور زیادہ ہراساں کر دیا ———

وہ لرزتے ہوئے قدموں سے اس کے ساتھ چل دی ———

جہاز کی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی وہ چاروں طرف یوں نظر دوڑا رہی تھی جیسے

پھر کبھی نہ دیکھ پائے گی ——— جیسے دنیا کو آخری بار دیکھ رہی ہو ———

مراد اس کے ساتھ تھا خوش اور شاد ——— مسرور ——— نشے میں سرشار

ایئرہوسٹس نے انہیں سیٹیں دکھائیں سیٹ پر بیٹھے ہوئے وقار کے لفافے

کا خیال آیا اس نے جلدی سے پرس کھولا ———

یہ کیا ہے ——— مراد بولا ———

وقار نے تمہارے لئے دیا تھا ———

رکھو ابھی ——— مراد بولا ———

لیکن صائمہ نے لفافہ چاک کر لیا خط تھا ——— مراد کے نام ایک

ایک لفظ حسرت میں ڈوبا ہوا ——— دعا لئے ہوئے ———

مراد ! ـــــــــــ

صائمہ نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں اسے خوش رکھنا ـــــــــ

وقار ـــــــــــ

صائمہ کو یوں لگا جیسے اس نے بجلی کی ننگی تاروں کو چھو لیا ہو ـــــــــ وہ تڑپ گئی ـــــــــــ

مراد ـــــــ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی ـــــــــ

صائمہ یہ کیا کہہ رہی ہو ـــــــ جہاز چلنے میں ایک منٹ رہ گیا ہے

میں واپس جا رہی ہوں مراد ـــــــ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ـــــــ

صائمہ کیا ہوا ہے تمہیں ـــــــــــ

مراد مجھے معاف کر دینا ـــــــ مجھے معاف کر دینا ـــــــ

مراد روکتا رہ گیا اور صائمہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے اتر آئی ـــــ مراد اٹھا ـــــــــ

لیکن اگلے ہی لمحے جہاز کا دروازہ بند ہو گیا ـــــ ایک گڑگڑاہٹ ہوئی اور جہاز آسمان کی بلندیوں میں پرواز کر گیا ـــــــ

مراد چلا گیا ـــــــ اکیلا ـــــــ تنہا ـــــــ

بچے ابھی تک رو رہے تھے. ـــــــــ

وقار ابھی تک رو رہے تھے. ـــــــــ

وقار خاموش اداس اداس بیٹھے تھے ـــــــــــ

منا ان کی گود میں ـــــــــــ

رانو اور پپو سسکیاں لے رہے تھے. ـــــــ

ابو ـــــــ خالہ امی کے پاس جاؤں گی رانو بولی.

ابو خالہ امی نہیں آئیں گی ابو ـــــ پپو ہچکیاں لیتے ہوئے بولا.

اگلے لمحے صائمہ نے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا. ـــــــ

رانو دوڑ کر صائمہ سے لپٹ گئی ——

بابا —— بابا —— خالہ امی آگئیں

دونوں بچے بھاگتے ہوئے باہر بھاگ گئے ——

اور صائمہ نے وقار کی طرف دیکھا ——

وقار کی نظروں میں وہی پیار ——

وہی تپش ——

وہی اپنائیت ——

وقار —— اگلے لمحے صائمہ ان کے سینے سے جالگی۔

اور وقار نے اسے اپنی باہوں میں بھینچ لیا ——

وقار نے صائمہ کا آنسوؤں سے چہرہ اٹھالیا ——

اور اس کی آنکھوں میں اٹکے ہوئے آنسوؤں اپنے ہونٹوں میں جذب کرلیا ——

دروازے پر بچے قہقہے لگا رہے تھے ——

بوڑھا مٹھو کو لئے ناچ رہا تھا ——

صائمہ نے سر جھکا لیا ——

اسے لگا جیسے فضا میں ایکدم شہنائیاں بج اٹھی ہوں —— اور حیا بار آنکھوں سے وقار کو دیکھتے ہوئے وہ شرم سے دوہری ہوگئی۔

ختم شد

حمیدہ جبیں